مجلس انصار اللہ یوکے علمی تعلیمی تربیتی مجلہ

انصار الدین

جولائی، اگست ۲۰۱۱ وفا، ظہور، ۱۳۹۰ ہجری شمسی جلد۸ شمارہ نمبر۴

جلسہ سالانہ برطانیہ ۲۰۱۱



انصار چیریٹی واک ۲۰۱۱





















﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریمؐ وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 8 نمبر 4 جولائی تا اگست 2011ء

فہرست مضامین

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

صدر مجلس انصار اللہ:
چودھری وسیم احمد

مدیر اعلیٰ: **ڈاکٹر شمیم احمد**

مدیر: **محمود احمد ملک**

نائبین: نوید احمد، حبیب الرّحمٰن غوری

مینیجر: محمود علی مرزا

ترسیل: فیاض احمد ملھی (انچارج)

زاھد احمد باجوہ، شہباز احمد، ارشد محمود،

ادریس احمد بٹر، محمد اختر، عبدالواحد

مجلس انصار اللہ برطانیہ کا

سالانہ اجتماع و مجلس شوریٰ

مجلس انصار اللہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع اور مجلس شوریٰ 23 تا 25 ستمبر 2011ء (بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ اور اتوار) بمقام مسجد بیت الفتوح لندن منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

تمام انصار بھائیوں سے درخواست ہے کہ شمولیت کو بروقت یقینی بنانے کے لئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔

پروگرام کا آغاز جمعہ کی صبح دس بجے ہوگا۔

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddinuk@hotmail.com

اداریہ

انگلستان میں، اگست 2011ء میں، ہونے والے ہنگاموں نے اس معاشرہ کے ہر فرد کو حیران اور پریشان کر دیا ہے۔ انگلستان دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابلہ میں نسبتاً ایک پُر امن ملک ہے اور یہاں بڑے پیمانے پر ہنگامے نہیں ہوتے مگر گزشتہ ماہ میں جو ہنگامے، تشدد اور لوٹ مار کے واقعات ہوئے ہیں وہ نہ صرف قابلِ افسوس بلکہ پریشان کن بھی ہیں۔ خوش قسمتی سے پولیس اور انتظامیہ کے مشترکہ لائحہ عمل سے بہت جلد اِن ہنگاموں پر قابو پالیا گیا اور ان واقعات کو جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے سے بچالیا گیا۔ اس کے باوجود بے تحاشہ مالی نقصان اور چند قیمتی جانوں کا ضیاع ہو کر رہ گیا۔ معاشرہ کے ہر طبقہ کی طرف سے ان واقعات پر ردِ عمل کا اظہار ہوا ہے اور ان کے اسباب پر بحث بھی جاری ہے۔ دراصل تمام عوامل کو جاننے کی کوشش ایک منطقی ردِ عمل ہے۔ چنانچہ انتظامیہ، سیاست دانوں اور سماجی کارکنوں نے ان ہنگاموں کے مختلف اسباب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ ایسا کیونکر ہوا کہ یک دم ملک کے مختلف حصوں میں بدامنی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ایسے واقعات کی پشت پر ایک ہی بات یا واقعہ کارفرما نہیں ہوتا بلکہ ایسے وسیع پیمانے پر ہونے والے پُر تشدد واقعات کے محرکات کئی ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات پر اظہارِ خیال کرتے وقت جہاں حقائق پر مبنی منصفانہ بحث سامنے آتی ہے وہاں بعض دفعہ اس کے برعکس آراء بھی پیش کی جارہی ہوتی ہیں۔ کبھی اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ اصل محرکات کی وجوہ تک پہنچ کر اس کے سدِّ باب کی کوشش کی جائے مگر بعض دفعہ بے شمار الجھاؤ پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور بحث لاحاصل ہو کر رہ جاتی ہے۔

حالیہ بحث کے دوران بہت سے عوامل سامنے آئے ہیں مگر اخلاقی انحطاط اور فیملی یونٹ کی بربادی سب سے زیادہ قابلِ قبول اور مبنی بر انصاف عوامل ہیں۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق لاکھوں گھرانے اس تباہ کاری کا شکار ہیں اور افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس بات کی اصلاح اور اخلاقی انحطاط کے علاج کی طرف کسی نے توجہ نہیں دلائی۔ گزشتہ پچاس سالوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرہ میں جنسی تعلقات کی آزادی، شادی کے بندھن کے بغیر تعلقات قائم کرنے اور بغیر باپ کے گھروں کی حوصلہ افزائی کی جاتی رہی ہے۔ اس میں حکومت، سیاست دان، سماجی کارکن اور مذہبی لیڈر سارے ہی کسی نہ کسی حد تک ملوث ہیں۔ ایسے گھروں میں پرورش پانے والے بچے مختلف نفسیاتی عوامل کا شکار ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کی اخلاقی نشوونما کے لئے کوئی وسیلہ کارفرما نہیں ہوتا۔ جنسی آزادی اور بے راہروی صرف ایک گھر تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے شعلے معاشرہ کے دوسرے شعبوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا کرتے ہیں جس کا نتیجہ اخلاقی پستی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ دوسروں کی تکلیف دیکھ کر اور انہیں اذیت پہنچا کر خوشی حاصل کرنا اور چوری چکاری، لوٹ کھسوٹ اور ناجائز اموال پر قبضہ کرنا ان کے لئے ایک عام سی بات بن جاتی ہے۔

گھریلو بدامنی اور اخلاقی و معاشرتی انحطاط کی ایک اہم وجہ مذہب سے لاتعلقی اور دہریت کی طرف بڑھتا ہوا رجحان بھی ہے۔ جب تک مغرب میں لوگوں پر عیسائیت کا اثر موجود تھا ان کا اخلاق اور کردار محفوظ تھا اور عفت و پاکدامنی کا تصور آج سے بالکل مختلف تھا۔ مگر مغرب میں عیسائیت اور مذہب کے زوال اور مادی اور سائنسی ترقی کے نتیجہ میں ایک بالکل مختلف تہذیب سامنے آرہی ہے۔ صرف مغرب ہی اس انحطاط کا شکار نہیں بلکہ دنیا کے دوسرے ممالک بھی، خواہ وہ اسلامی ممالک ہوں یا ان کا تعلق کسی اور مذہب سے ہو، اخلاقی گراوٹ اور انحطاط کا شکار ہو رہے ہیں۔ خود غرضی، لالچ اور ظلم بڑھتے جارہے ہیں اور باہمی احترام اور انسانی ہمدردی کا فقدان ہوتا جارہا ہے۔

حالیہ ہنگاموں کے تجزیہ میں اور بھی بہت سے عوامل پر گفتگو ہوئی ہے جن میں اقتصادی بدحالی، نسلی امتیاز اور معاشرتی بے انصافی شامل ہیں۔ مذکورہ بالا سارے عوامل دراصل معاشرتی بیماری کی علامات ہیں۔ اگر منصفانہ طور پر ان کے پس منظر پر غور کیا جائے تو یہی نتیجہ واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ دنیا دہریت کی طرف رواں دواں ہے اور خالقِ حقیقی سے دور ہوتی چلی جارہی ہے۔ اور ایسا نہ صرف گھریلو سطح پر ہو رہا ہے بلکہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بھی یہی صورتِ حال نظر آتی ہے۔ دنیا کے طاقتور ممالک کی سیاست اور اُن کا دوسرے ممالک سے سلوک بین الاقوامی بے انصافی کی ایک واضح داستان ہے۔ امن کے نام پر مسلسل ظلم و ستم، ان ممالک کے قول و فعل میں، زبردست تضاد کا ثبوت ہیں۔ یہ تمام عوامل ہر سطح پر کارفرما ہیں اور ان کی موجوگی میں نہ گھروں کا امن قائم رہ سکتا ہے، نہ کسی معاشرہ کا اور نہ ہی بین الاقوامی سطح پر امن قائم کیا جاسکتا ہے۔

آج دنیا کے مسائل کا بغور جائزہ لیا جائے تو ان کی پشت پر خدا تعالیٰ سے دُوری اور مذہب سے بیگانگی کارفرما نظر آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مذہب خواہ کوئی بھی ہو اس کا منبع دراصل خدا تعالیٰ کی ہی ذات اقدس ہے۔ دنیا کا ہر مذہب اس بات پر زور دیتا ہے کہ انسان کو خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق قائم کرنا چاہیے اور یہ تعلق جس قدر مضبوط ہوگا اسی قدر انسان اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ اقدار کا حامل ہوگا۔ جب تک دنیا اس حقیقت کو نہیں سمجھے گی اس وقت تک کسی بھی معاشرہ کے امن اور سکون کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ جب تک اخلاقی اقدار بلند نہیں ہوں گی اس وقت تک شرفِ انسانی قائم نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بن سکے گا۔ آج اس بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ رنگ و نسل سے بالاتر ہو کر، بلاتفریق مذہب، یہ کوشش کی جائے کہ انسان خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ جس کے بغیر امن و سلامتی ممکن نہیں۔

درس القرآن

﴿مَنْ ذَالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُطُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾.

(البقرة آیت:246)

ترجمہ: کیا کوئی ہے جو اللہ کو (اپنے) مال کا ایک اچھا ٹکڑا کاٹ کر دے تا کہ وہ اسے اس کے لئے بہت بڑھائے۔اور اللہ (کی یہ بھی سنت ہے کہ وہ بندہ کا مال) لیتا ہے اور بڑھاتا ہے۔اور آخر تمہیں اسی کی طرف لوٹایا جائے گا۔

اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ تم میں سے کون ہے جو اپنے مال کا ایک عمدہ حصہ کاٹ کر اللہ تعالیٰ کو دیدے تا کہ وہ اسے خود دینے والے کے فائدہ کے لئے بڑھائے اور اسے ترقی دیتا چلا جائے۔

اس آیت میں نہایت لطیف پیرایہ میں مومنوں کو خدا تعالیٰ کے لئے اپنے اموال خرچ کرنے کی نصیحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اوّل تو ہم تم سے سارا مال نہیں مانگتے بلکہ مال کا صرف ایک حصہ مانگتے ہیں۔اور مانگتے بھی اس لئے ہیں تم ایک روپیہ دو تو تمہیں اس کا دس گنا اجر دیا جائے۔خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا حاصل کرنے کا اس سے زیادہ سہل اور آسان طریق اور کیا ہو سکتا ہے!۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ انسان جب خدا تعالیٰ کے لئے اپنا مال خرچ کرے تو اسے تین باتیں خاص طور پر ملحوظ رکھنی چاہئیں۔اوّل اس کے دل میں صدقہ و خیرات کرتے وقت کوئی انقباض پیدا نہ ہو بلکہ وہ پوری بشاشت اور خوشی دلی کے ساتھ اس میں حصہ لے۔کیونکہ قرآن مجید میں منافقوں کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کراہت اور ناپسندیدگی کے ساتھ مال خرچ کرتے ہیں۔(توبہ آیت 54)

دوم یہ کہ جسے کوئی چیز دی جائے اس پر احسان نہ جتایا جائے اور اس کے نتیجہ میں اس پر کوئی ناواجب بوجھ نہ ڈالا جائے بلکہ یہ سمجھا جائے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس نیکی کی توفیق دے کر مجھ پر احسان کیا ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن وہ ہیں جو اپنے مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے بعد نہ تو کسی رنگ میں دوسروں پر احسان جتلاتے ہیں اور نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف دیتے ہیں۔(سورۃ البقرۃ:263)

سوم جو چیز خدا تعالیٰ کی راہ میں دی جائے وہ اپنے مال کا بہترین حصہ ہو۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ تم کامل نیکی کا مقام ہرگز نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پسندیدہ اشیاء میں سے خرچ نہ کرو۔

پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم میں سے کوئی ہے جو اپنے مال کا اچھے سے اچھا ٹکڑا الگ کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے جس کے دیتے وقت نہ تو اس کے دل میں انقباض پیدا ہوا اور نہ اس کے بعد وہ دوسروں پر احسان جتلائے یا ان کے لئے کسی قسم کی تکلیف کا موجب بنے۔اور یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ ایسا کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس نیکی کا بہتر سے بہتر اجر عنایت فرمائے گا۔ان کا ایک ایک عمل ان کے لئے ہزاروں گنا برکات کا موجب ہوگا۔

اس آیت کے ایک معنے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو قرضہ حسنہ دیا کرو یعنی اس کے بندوں سے حسنِ سلوک کیا کرو اور جو غریب ہیں ان کی مدد کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو کسی نے نہیں دینا، بندوں کو ہی دینا ہوتا ہے۔بعض بندوں کو دینے کا نام بھی خدا تعالیٰ کو دینا رکھا جاتا ہے۔جیسے حدیثوں میں آتا ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ بعض لوگوں سے کہے گا کہ اے ابنِ آدم میں بیمار ہوا لیکن تُو نے میری عیادت نہ کی۔اور میں بھوکا رہا اور میں نے کھانا بھی مانگا پر تُو نے مجھے کھانا نہ کھلایا، میں پیاسا رہا اور تجھ سے پانی بھی مانگا مگر تُو نے مجھے پانی نہ پلایا۔بندہ خدا تعالیٰ سے پوچھے گا کہ اے اللہ! تُو کب بیمار ہوا کہ میں نے تیری عیادت نہ کی۔تُو نے کب مجھ سے پانی مانگا کہ میں نے تجھے پانی نہ پلایا۔تُو نے کب مجھ سے کھانا مانگا کہ میں نے تجھے کھانا نہ کھلایا۔اس پر خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا مگر تُو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی۔میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تُو نے اسے کھانا نہ کھلایا۔میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا مگر تُو نے اسے پانی نہ دیا۔پس خدا تعالیٰ کو قرض دینے کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ اس کے بندوں سے نیک سلوک کیا جائے اور ان کی مالی پریشانیوں کو دُور کرنے میں حصہ لیا جائے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل ترین جہاد ہے

عَنْ طَارِقِ بْنِ شَهَابٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ وَضَعَ رِجْلَهٗ فِیْ الْغَرْزِ اَیُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ قَالَ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (نسائی)

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔کہ ایک دفعہ ایک شخص نے ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ جب آپ ایک سفر پر جاتے ہوئے اپنی رکاب میں پاؤں ڈال رہے تھے۔اس نے پوچھا یا رسول اللہ کون سا جہاد افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا''انصاف کے رستہ سے بھٹکتے ہوئے بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا''۔

تشریح:

اگر ایک طرف اسلام نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے۔کہ وہ اپنے امیر یا حاکم کی اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھائیں۔اور اس کے احکام کو توجہ سے سنیں اور شرح صدر سے بجالائیں۔تو دوسری طرف اس نے ماتحتوں کا بھی یہ فرض مقرر کیا ہے۔کہ اگر ان کا بادشاہ یا امیر یا حاکم (کیونکہ اس جگہ سلطان کے مفہوم میں یہ سب لوگ شامل ہیں)انصاف کے رستہ سے بھٹکنے لگے۔اور ظلم کا طریق اختیار کرے تو وہ اخلاقی جرأت سے کام لے کر اسے نیک مشورہ دیں۔اور حاکم کے رویہ میں اصلاح کی کوشش کر کے ملک میں عدل وانصاف کو قائم کرنے میں مدد دیں۔اور چونکہ جائز اور غصہ میں آئے ہوئے حاکم کو نیکی کا مشورہ دینا غیر معمولی جرأت چاہتا ہے۔اور بعض اوقات خطرہ سے بھی خالی نہیں ہوتا۔اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس کوشش کو افضل جہاد کے نام سے موسوم کیا ہے۔

حق یہ ہے کہ اسلام نے حاکم اور محکوم اور راعی اور رعیت کے حقوق میں ایسا لطیف توازن قائم کیا ہے کہ اس معاملہ میں اس سے بڑھ کر کوئی اور تعلیم خیال میں نہیں آسکتی۔سب سے اوّل نمبر پر اسلام نے بلا امتیاز قوم وملت یہ ہدایت دی ہے کہ حکومت کے تمام عہدے (جس میں حاکمِ اعلیٰ سے لے کر سب سے نیچے کا افسر بھی شامل ہے)صرف اہلیت کی بناء پر تقسیم ہونے چاہئیں چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء:59) ۔یعنی حکومت کے تمام عہدے ایک مقدس امانت ہیں۔اور اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے۔کہ یہ امانت صرف اہلیت رکھنے والے لوگوں کے سپرد کیا کرو۔اور پھر جو لوگ حاکم مقرر ہوں ان کا فرض ہے کہ کامل عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کریں'۔اس کے بعد دوسرے نمبر پر اسلام یہ ہدایت دیتا ہے کہ لوگوں کا فرض ہے کہ اپنے حاکموں کی پوری پوری اطاعت کریں اور ان کے احکام کو توجہ کے ساتھ سنیں اور شوق کے ساتھ بجالائیں اور پھر تیسرے نمبر پر اسلام یہ ہدایت فرماتا ہے کہ اگر کوئی حاکم انصاف کے رستہ سے ہٹنے لگے۔تو ماتحتوں کا فرض ہے کہ بروقت نیک مشورہ دے کر اس کی اصلاح کی کوشش کریں۔کیونکہ ملکی امن کے لحاظ سے یہ مشورہ ایک اعلیٰ قسم کے جہاد سے کم نہیں لیکن چونکہ بعض ماتحت لوگ اس معاملہ میں خودداری یا جلد بازی یا ناواجب رقابت یا ذاتی رنجش کے طریق پر غلط قدم اٹھا سکتے ہیں۔اس لئے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرعون کے معاملہ میں حضرت موسیٰ کو قَوْلًا لَّهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (یعنی فرعون کے ساتھ نرم انداز میں بات کرنا) کے الفاظ میں ہدایت فرماتا ہے۔اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ایسے امور میں کوئی خلافِ آداب طریق یا گستاخی کا انداز یا بغاوت کا رنگ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔بلکہ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں صراحت آئی ہے۔اگر بعض مظالم برداشت کر کے بھی صبر سے کام لیا جاسکے تو وہ بہتر ہے تا کہ ملک کا امن اور قوم کا اتحاد خطرہ میں نہ پڑے۔اور یہی وہ وسطی تعلیم ہے جو دنیا میں حقیقی امن کی بنیاد بن سکتی ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ حاکموں کو نیک مشورہ دینے اور انہیں عدل وانصاف کے مقام پر قائم رکھنے کی بجائے آج کل اکثر لوگ افسروں کو بگاڑنے کا طریق اختیار کرتے ہیں۔اور ایک طرف جھوٹی خوشامد کے ذریعہ اور دوسری طرف رشوت کے ناپاک وسیلہ سے حاکموں کے اخلاق اور ان کے جذبۂ انصاف کو تباہ کرنے کے درپے رہتے ہیں۔حالانکہ آنحضرت ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے اور ایک دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ کلاھما فِی النّار''یعنی رشوت دینے والا شخص اور رشوت لینے والا شخص دونوں آگ کا ایندھن ہیں۔'' کاش اسلامی ممالک تو اس لعنت سے آزاد ہو سکیں۔

کلام الامام علیہ السلام

قرآن کریم کا بلند مقام

''جو علمی ترقی چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ قرآن شریف کو غور سے پڑھے۔ جہاں سمجھ میں نہ آئے دریافت کرے۔ اگر بعض معارف سمجھ نہ سکے تو دوسروں سے دریافت کر کے فائدہ پہنچائے۔''

(الحکم۔ 17 جولائی 1902ء)

''انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دُعا کا مقام آوے تو دُعا کرے۔ اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دُعا میں چاہا گیا ہے۔ اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ بلا مدد وحی کے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملاتا ہے وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کہ کبھی باطل بھی ہوتی ہے۔ اور ایسی مخالفت احادیث میں موجود ہے وہ محدثات میں داخل ہوگی۔ رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرّف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبّر میں لاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دُعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شاملِ حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قِسم کا پھول چُنتا ہے۔ پھر آگے چل کر اَور قِسم کا پھول چُنتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔ اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے۔ ورنہ پھر سوال ہوگا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی۔ خدا کے سوا اَور کس کی طاقت ہے کہ کہے کہ فلاں راہ سے اگر سورۃ یاسین پڑھو گے تو برکت ہوگی ورنہ نہیں۔''

(الحکم۔ 31 جنوری 1904ء)

''قرآن شریف تدبّر و فکر اور غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ رُبَّ قَارِئٍ يَلْعَنُهُ الْقُرْاٰنُ. یعنی بہت ایسے قرآن کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیتِ رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جائے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جائے۔ اور تدبّر اور غور سے پڑھنا چاہئے اور پھر اس پر عمل کیا جاوے۔''

(الحکم۔ 24 مارچ 1907ء)

''ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف کو ہی خاتم الکتب یقین کرے اور اُسی شریعت کو جو آنخضرت ﷺ دنیا میں لائے تھے اسی کو ہمیشہ تک رہنے والی مانے۔ اور اس میں ایک ذرّہ بھر اور ایک شوشہ بھی نہ بدلے۔ اور اس کی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھودے اور اپنے وجود کا ہر ذرّہ اس راہ میں لگائے۔ عملاً اور علماً اس کی شریعت کی مخالفت نہ کرے تب پکّا مسلمان ہوتا ہے۔''

(الحکم۔ 6 مئی 1908ء)

''جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں۔ باقی سب اسی کے ظِل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔''

(کشتی نوح صفحہ 24)

فرمودات

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس

ایدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر لفظ اپنے اندر ایک معنی رکھتا ہے۔ خلاصی کا سامان ایک تو چودہ سو سال پہلے ہوا تھا جب آگ سے بچ کر لوگ جنتوں کے وارث بن گئے تھے۔ یہ خلاصی ایسی تھی کہ اس نے صرف بچایا ہی نہیں بلکہ انعاموں کا وارث بھی بنا دیا اور اب یہ خلاصی کا سامان اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرما کر فرمایا ہے۔ آپؑ نے محبت اور بھائی چارے کے صحیح اسلوب ہمیں سکھلائے ہیں۔ آپؑ نے گناہوں سے بچنے اور آگ سے بچنے کے طریق ہمیں سکھائے ہیں۔ آپؑ نے بندے کے حقوق دلوا کر مظلوموں کو ظالموں سے نجات دلوائی ہے اور ظالموں کو خلاصی دلوائی ہے، اُن کو اُن کے ظلموں سے بچا کر۔ پس آج ہم بھی اسی صورت میں خلاصی پا سکتے ہیں جب اس سامان سے حقیقت میں فائدہ اُٹھانے والے ہوں گے۔ ورنہ وہی بات ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جیسے باقی مسلمان ہیں ویسے تم ہو کیونکہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج، اس کے تو وہ بھی قائل ہیں اور تم بھی قائل ہو۔ وہ بھی ان فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تم بھی ان فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا فرقوں میں بٹ کر اُن کی حالت قُلُوْبُھُمْ شَتّٰی والی ہو چکی ہے، یعنی اُن کے دل پھٹے ہوئے ہیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ۔ اِنَّمَآ اَمْرُھُمْ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ ہو گئے، تیرا ان سے کچھ بھی تعلق نہیں، اُن کا معاملہ خدا ہی کے ہاتھ میں ہے، پھر وہ اُن کو اُس کی خبر دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ پس آپس کی چپقلشوں اور رنجشوں کو کوئی معمولی بات یا ذاتی معاملہ نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہی بڑھتے بڑھتے خاندانی اور پھر بعض دفعہ جماعتی جھگڑوں میں بدل جاتے ہیں کہ فلاں عہدیدار کا فلاں رشتہ دار ہے اور اُس نے فلاں موقع پر اُس کی مدد کی تھی۔ اور پھر یہ بدظنیوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر ایسے لوگ جماعتی نظام سے بھی بدظنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ اپنے دلوں میں کدورتیں بھرتے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ جماعت سے بھی دُور ہٹ جاتے ہیں''۔

(جلسہ سالانہ جرمنی سے اختتامی خطاب فرمودہ 26/جون 2011ء)

قرارداد تعزیت

حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہؓ مورخہ 29/ جولائی بروز جمعۃ المبارک شام پونے سات بجے ربوہ میں وفات پا گئیں۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت صاحبزادی صاحبہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی، حضرت المصلح الموعودؓ اور حضرت اُمّ ناصرؓ کی صاحبزادی، دو خلفائے احمدیت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہمشیرہ اور خلیفۂ وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی والدہ ماجدہ اور حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحبؓ سابق امیر مقامی و ناظر اعلیٰ کی رفیقہ حیات تھیں۔ اس طرح ایک ہی وجود میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمہ صفت موصوف وجود باجود بنا دیا۔ خدمت دین کے لحاظ سے صدر لجنہ اماء اللہ ربوہ کی حیثیت سے ایک لمبا عرصہ نمایاں خدمات کی توفیق پائی۔

حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہؓ کی وفات سے صرف خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی نہیں بلکہ پوری جماعت احمدیہ اُن کے فیض رساں وجود اور ان کی گرانقدر دعاؤں سے محروم ہو گئی ہے۔ خدا کرے کہ ان کی دعاؤں کا فیض ہمیشہ جاری رہے۔ آمین

نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ برطانیہ اور مجلس ادارت رسالہ ''انصارالدین'' لندن، اس غم کے موقع پر، سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نیز حضور انور کے محترم بھائی، ہمشیرگان اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دلی تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت بیگم صاحبہؓ کی جملہ دعاؤں کو قبول فرمائے اور اُن کی ساری نسل کو اُن کی اعلیٰ خوبیوں کا وارث بنائے۔ آمین

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر معارف کتاب

''براہین احمدیہ'' ...... تعارف و اثرات

(شیخ فضل عمر)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُر معارف کتاب ''براہین احمدیہ'' کے حوالے سے اب تک کئی مضامین، ریویوز اور تبصرے ضبط تحریر میں لائے جا چکے ہیں۔ مسلمان علماء نے جس طرح اس کتاب کی طباعت پر اظہار مسرّت کیا اور اس کے مضامین کو دل کی گہرائیوں سے سراہتے ہوئے اسے چودہ سو سال میں اسلام کی بہترین خدمت قرار دیا، اُس کا بیان تاریخ میں نہایت شان سے محفوظ ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس کتاب کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

''حقیقت میں یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق وحقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علوم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ کو ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی بیان تفسیر ہے کہ جس کے مطالعہ سے ہر ایک طالب صادق پر اپنے مولیٰ کریم کی بے مثل و مانند کتاب کا عالی مرتبہ مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ہوگا۔''

(براهین احمدیه. حصه دوم)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ ''براہین احمدیہ'' کے دقیق مضامین سے متعلق اپنے تجربہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''براہین احمدیہ کو میں کئی مہینوں میں ختم کر سکا تھا۔ میں بڑا پڑھنے والا ہوں کئی کئی سو صفحات لگا تار پڑھ جاتا ہوں مگر براہین احمدیہ کو پڑھتے ہوئے اس وجہ سے اتنی دیر لگی کہ کچھ سطریں پڑھتا تو اس قدر مطالب اور نکتے ذہن میں آنے شروع ہو جاتے کہ آگے نہ پڑھ سکتا اور وہیں کتاب رکھ کر لطف اٹھانے لگ جاتا''۔ (حقیقة الرؤیا)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی اس تحریر کو پڑھ کر یا کتاب کے چند صفحات کا مطالعہ کرنے پر اِسے مشکل سمجھ کر ترک نہیں کر دینا چاہئے کیونکہ حضرت مصلح موعودؓ کا ہی فرمان ہے کہ جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے، ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت اقدسؑ کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں۔

پس حضرت اقدس علیہ السلام کی کسی کتاب کو بھی مشکل سمجھ کر اُس کا پڑھنا موقوف نہیں کر دینا چاہئے بلکہ اُس میں بیان کئے گئے علوم کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتے چلے جانا چاہئے اور یہ یقین رکھنا چاہئے کہ اس بحر معرفت میں غوطہ لگانے والے کی سعی کبھی لاحاصل نہیں گئی۔ قاری کے دل کا خلوص اور ذہنی پاکیزگی اگر ہمراہ ہوگی تو ایسا غوطہ خور ہمیشہ کامیاب باہر نکلے گا اور کوئی قیمتی موتی یا گوہر نایاب اُس کا مقدر ضرور سنوار دے گا۔ اس مضمون میں ہم ''براہین احمدیہ'' جیسی عظیم الشان تصنیف کے مختلف پہلوؤں پر محض اجمالی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

مسلمانوں کی سوچ میں مثبت تبدیلی

امر واقعہ یہ ہے کہ ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت سے مسلمانوں کی وسعت علمی کے علاوہ ذہنی سوچ میں تبدیلی بھی رونما ہوئی اور انہوں نے ایک بار پھر اپنے دین سے منطقی محبت کے اثرات اپنے قلب و روح پر محسوس کرتے ہوئے، دین اسلام کی شاندار تعلیمات اور روایات کے پس منظر میں اپنی موجودہ حالت کا تجزیہ بھی شروع کر دیا۔ اس کتاب کے اثرات کس قدر وسیع طور پر مرتّب ہوئے تھے، یہ اُس زمانہ کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اُس زمانہ کے علماء کے تبصروں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بلاشبہ اس سے جہاں مسلمانوں کے تن مردہ میں جان ڈالی گئی وہاں دیگر مذاہب کے نام نہاد دانشوروں کو اِس نے حواس باختہ کر دیا اور اِس کے ذریعے جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی گئی جس نے مذہبی دنیا میں فوقیت حاصل کی۔ تحریک احمدیت کے ناقد سید ابوالحسن علی ندوی نے اِس کتاب کا تعارف یوں کروایا ہے

''کتاب کا مرکزی مضمون اور جوہر یہ ہے کہ الہام کا سلسلہ نہ منقطع ہوا ہے نہ اس کو منقطع ہونا چاہئے۔ یہی الہام دعویٰ کی صحت اور مذہب و عقیدے کی صداقت کی سب سے زیادہ طاقتور دلیل ہے۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا اتباع کامل کرے گا اس کو علم ظاہر اور علم باطن سے سرفراز کیا جائے گا''۔

براہین احمدیہ کا ایک بہت گہرا اور دیرپا اثر اُن فدائیوں کی شکل میں ظاہر ہوا جو کتاب دیکھ کر اِس کے مصنف کے عاشق ہوگئے۔ مثلاً حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ جب جموں میں تھے تو ضلع گورداسپور کے ایک باشندہ نے آپ کو بتایا کہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحبؑ نے اسلام کی حمایت میں رسالے لکھے ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے خط لکھ کر کتب منگوائیں اور اسی دوران جب آپؓ نے حضرت اقدسؑ کا ایک اشتہار دیکھا جو حضورؑ نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے تمام مذہبی عمائدین اور مفکرین کو بھجوایا تھا تو آپؓ جموں سے قادیان پہنچے اور خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا۔

حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ لدھیانوی نے جب پہلی مرتبہ براہین احمدیہ پڑھی تو وہ اپنی دوربین نگاہ سے حضورؑ کے مقام اور عالی مرتبہ کو فوراً بھانپ گئے اور ہزار جان سے فریفتہ ہو کر پکار اٹھے

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حضرت صوفی صاحبؓ نے ایک مفصل ریویو شائع کیا جس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بارہ میں یہ بھی لکھا کہ آپ ''اس چودھویں صدی کے مجدد اور مجتہد اور محدث اور کامل مکمل افراد امت میں سے ہیں''۔

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب کے ماموں نے آپؓ کو بتایا کہ قادیان میں ایک بزرگ نے دس ہزار روپیہ پر مشتمل انعام مقرر کر کے کتاب لکھنی شروع کی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑا کامل ہے، اس کی زیارت کے لئے چلا جا۔ حضرت مولوی صاحبؓ کو یہ سُن کر ایسا ولولہ اٹھا کہ اسی جگہ سے قادیان روانہ ہو گئے اور بٹالہ سے پیدل چل کر قادیان پہنچے اور بیت الفکر کے دروازہ پر دستک دی۔ حضورؑ باہر تشریف لائے اور آپؓ کا بیان ہے کہ ''اس وقت تک میں نے براہین احمدیہ یا اس کا اشتہار خود نہیں دیکھا، یہاں آ کر بھی کوئی دلائل حضور علیہ السلام یا کسی اور سے نہیں سنے بلکہ میری ہدایت کا موجب صرف حضورؑ کا چہرہ مبارک ہی ہوا''۔

کپورتھلہ کی ابتدائی جماعت بھی براہین احمدیہ نے ہی تیار کی۔ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب اپنے والد حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت مسیح موعودؑ نے اس کا ایک نسخہ حاجی ولی اللہ صاحب کو بھیجا جو کہ کپورتھلہ میں مہتمم بندوبست تھے.......... والد صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کتاب کو پڑھا کرتے اور اس کی فصاحت و بلاغت پر عش عش کر اٹھتے کہ یہ شخص بے بدل لکھنے والا ہے اور براہین احمدیہ پڑھتے پڑھتے والد صاحب کو حضرت صاحب سے محبت ہو گئی۔...... منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب نے بھی کتاب کا مطالعہ کیا اور انہیں بھی محبت پیدا ہوئی۔''

حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ بیان کرتے ہیں کہ براہین احمدیہ پڑھنے سے آپؓ کے دل میں حضرت صاحب کی محبت کا جوش پیدا ہوا اور آپ نے قادیان جا کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت صوفی نبی بخش صاحبؓ کا بیان ہے کہ براہین احمدیہ کے بار بار کے مطالعہ سے میرے دل میں امنگ پیدا ہوئی کہ میں خود قادیان جا کر حضرت صاحب سے ملاقات کروں...... اس نیت سے اکتوبر 1886ء کو پہلی دفعہ حاضر ہوا اور پھر 27 دسمبر 1891ء کو پہلے جلسہ سالانہ کے موقع پر بیعت کی سعادت حاصل کر لی۔

اسی طرح حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ، حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ، حضرت شیخ کریم بخش صاحبؓ، حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ اور حضرت منشی فیاض علی صاحبؓ ایسے بزرگان ہیں جو براہین احمدیہ کے مطالعہ کے ساتھ ہی قبول حق کی سعادت پا گئے اور ان میں سے اکثر کے ذریعے بڑی بڑی جماعتیں قائم ہوئیں۔ الغرض جیسا کہ خدا کی طرف سے خبر دی گئی تھی اس کتاب کے ہر پہلو سے ایسے خوشکن اثرات ظاہر ہوئے جو باعث تسکین قلب و روح ہیں۔

بے شمار دیگر احباب کے علاوہ خواجہ کمال الدین صاحب بھی اُن لوگوں میں سے ہیں جو زمانہ طالبعلمی میں اسلام سے متنفر ہو کر عیسائیت قبول کرنے کا عزم کر چکے تھے کہ 'براہین احمدیہ' ہاتھ لگ گئی جس کے مطالعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا اور آپ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔

براہین احمدیہ کی طباعت و اشاعت

براہین احمدیہ کی طباعت کے وقت حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کئی مشکلات تھیں۔ ایک گمنام بستی میں آپؑ رہائش پذیر تھے، اشاعتی کاموں کا کوئی تجربہ نہ تھا اور سرمایہ بھی پاس نہ تھا۔ ان ظاہری ناموافق حالات میں آپ نے دعا کی تو الہام ہوا کہ کھجور کا تنا اپنی طرف ہلا کہ تجھ پر تازہ بتازہ کھجوریں گرائے گی۔ اس خدائی بشارت پر آپ نے عوام اور امراء کو اس دینی خدمت سے وابستہ کرنے کیلئے تحریک و تحریص کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ بہت سے احباب نے حضورؑ کی آواز پر لبیک کہا۔

حضور علیہ السلام اپریل 1879ء تک براہین احمدیہ تصنیف فرما چکے تھے اور مسودات کا حجم دو اڑھائی ہزار صفحات تک پہنچ گیا تھا۔ جب حضورؑ ایک مسودہ تحریر فرماتے تو اس کو صاف لکھنے کیلئے میاں شمس الدین صاحب آف قادیان کو دے دیتے اور یہ صاف کاپی منشی امام الدین صاحب کاتب امرتسری کو دے دی جاتی جو امرتسر سے قادیان آ کر حضورؑ کی زیرنگرانی کام کرتے تھے۔ نظر ثانی اور تصحیح فرمانے کے بعد حضورؑ خود پریس میں پہنچانے کے لئے امرتسر تشریف لے جاتے اور پروف پڑھنے کے لئے بعض اوقات حکیم محمد شریف صاحب کلانوری کے ہاں قیام فرماتے۔ اس دوران لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت بھی ہمراہ ہوتے تھے۔ کبھی لالہ ملاوامل کو ہی کاپیاں دے کر بھجوا دیا جاتا۔ حصہ چہارم کی طباعت کے زمانہ میں پروف وغیرہ بذریعہ ڈاک بھی بھجوائے جاتے رہے۔

حضرت اقدسؑ کی خواہش تھی کہ کتاب کی کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ درجہ کی ہو۔ چنانچہ آپؑ نے کتاب کو پادری رجب علی کے مطبع سفیر ہند امرتسر سے چھپوانے کا فیصلہ فرمایا۔ پادری صاحب نے اجرت زیادہ وصول کی اور کتاب کی طباعت میں غیر معمولی تاخیر کی۔ بہرحال کتاب کا حصہ اول شیخ نور احمد صاحب کی زیرنگرانی چھپا جو فن طباعت میں ماہر تھے اور جنہیں پادری صاحب نے مراد آباد سے خاص طور پر بلایا تھا۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے اپنا مطبع ریاض ہند قائم کر لیا تو پادری صاحب نے کتاب کا حصہ دوم و سوم کچھ اجرت پر شیخ صاحب کو دیدیا۔ چنانچہ یہ حصے طبع تو ''ریاض ہند'' میں ہوئے لیکن ان پر نام ''سفیر ہند'' ہی درج کیا گیا۔ اسی دوران پادری صاحب کے بار بار تنگ کرنے کی وجہ سے حضورؑ خود رقم لے کر پادری صاحب کو ملنے امرتسر تشریف لے گئے اور غلطی سے شیخ صاحب کے پریس میں جا پہنچے جہاں حضورؑ کی کتب زیر طبع تھیں۔ حضرت شیخ صاحب کو اطلاع ملی تو وہ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اُن سے واقف نہ تھے چنانچہ پوچھا کہ کیا یہ پریس رجب علی صاحب کا ہے؟ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ آپ ہی کا ہے۔ پھر حضورؑ کے دریافت فرمانے پر شیخ صاحب نے ساری صورتحال عرض کی تو حضورؑ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ آئندہ طباعت کا سارا کام ''ریاض ہند'' میں ہی کیا جائے۔ حضرت شیخ صاحب نے نہایت مسرت سے حضورؑ کی ساری شرائط کو قبول کرتے ہوئے آمادگی ظاہر کی اور بعد میں رجب علی سے نصف خرچ یا اس سے بھی کم پر کتاب چھاپ دی۔

براہین احمدیہ کے پہلے دو حصے 1880ء میں چھپے اور تیسرا حصہ 1882ء اور چوتھا 1884ء میں شائع ہوا۔ چوتھے حصہ کے آخر پر حضورؑ نے یہ اطلاع شائع کی کہ ''ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی پھر بعد اس کے ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت ربّ العالمین ہے''۔ چنانچہ الٰہی منشاء کے تحت 23 برس تک براہین احمدیہ معرض التواء میں رہی اور آخر 1905ء

میں اس کا پانچواں اور آخری حصہ تصنیف ہو کر اکتوبر 1908ء میں شائع ہوا۔

''براہین احمدیہ'' ہی وہ تصنیف تھی جو حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ کی ہدایت کا باعث بنی۔ آپؓ کا نام حضرت اقدسؑ کے صحابہ 313 کی فہرست میں 59 نمبر پر درج ہے۔ کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' کی طباعت کے وقت آپؓ حضور علیہ السلام کے ارشاد پر اپنا پریس قادیان لے آئے جسے گول کمرہ میں نصب کیا گیا۔ آپؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کا بھی شرف حاصل رہا اور دسمبر 1893ء میں جب حضورؑ امرتسر سے لاہور تشریف لائے تو آپؓ ہی کے ہاں فروکش ہوئے۔ آپؓ نے ''نور احمد'' کے نام سے اپنا ایک رسالہ بھی جاری فرمایا۔ 8/جون 1928ء کو 89 سال کی عمر میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئے۔

''براہین احمدیہ'' کے مالی معاونین

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے خدائی بشارت کے تحت جب ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت کے لئے تحریک فرمائی تو ان میں نواب شاہجہان بیگم صاحبہ فرمانروائے بھوپال بھی تھیں جو 1868ء میں باضابطہ طور پر سریرآرائے سلطنت ہوئیں اور آپ کا عقد ثانی مولوی صدیق حسن خان صاحب کے ساتھ عمل میں آیا جنہیں بعد میں اعزازی خطاب ''نواب'' دیا گیا۔ نواب شاہجہان بیگم صاحبہ جون 1901ء میں انتقال کر گئیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب قنوج کے رہنے والے ایک ذی علم انسان تھے۔ انہوں نے کتب خریدنے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب حضور علیہ السلام نے انہیں کتب بھجوائیں تو انہوں نے یہ سوچ کر واپس بھجوا دیں کہ عیسائیت کی تردید میں لکھی گئی کتاب کی مدد کرنے سے حکومت ناراض ہوسکتی ہے۔ انہوں نے پیکٹ کھول کر پھر اس بُرے طریق پر بند کیا تھا کہ کتب پھٹ بھی گئی تھیں۔ چنانچہ جب یہ پیکٹ اور اُن کا خط حضورؑ کی خدمت میں واپس پہنچا تو حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ جو اُس وقت وہاں موجود تھے بیان کرتے ہیں کہ حضورؑ چہل قدمی فرما رہے تھے۔ آپؑ کا چہرہ متغیر اور غصہ سے سرخ ہوگیا۔ آپؑ خاموشی سے ٹہلتے رہے کہ اچانک آپؑ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ''اچھا تم اپنی گورنمنٹ کو خوش کرلو''۔ چند ہی ماہ گزرے تھے کہ نواب صاحب پر ایک سیاسی مقدمہ قائم ہوا اور نوابی کا خطاب چھین لیا گیا اور نہایت خطرناک الزامات عائد کئے گئے۔ تب مصیبتوں کے پہاڑ دیکھ کر حافظ محمد یوسف صاحب نے حضرت اقدسؑ سے دعا کروانے کا مشورہ دیا۔ مولوی محمد حسین نے بھی سفارش کی۔ پہلے تو حضورؑ نے دعا کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ خدا کی رضا پر گورنمنٹ کی رضا کو مقدم کرنا چاہتے تھے، اب گورنمنٹ کو راضی کرلیں۔ لیکن پھر نواب صاحب کی طرف سے معذرت بھی کی گئی تو حضورؑ نے دعا کرنے کے بعد فرمایا کہ وہ توبہ کریں خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے، حکومت کے اخذ سے بچ جاویں گے۔ ...... پھر نواب صاحب نے براہین کی خریداری کی درخواست کی لیکن حضورؑ نے ردّ کردی اور فرمایا کہ میں نے رحم کر کے ان کے لئے دعا کردی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ اس عذاب سے بچ جائیں گے، میرا یہ فعل شفقت کا نتیجہ ہے لیکن ایسے شخص کو جس نے اس کتاب کو اس ذلّت کے ساتھ واپس کیا میں اب کسی قیمت پر بھی کتاب دینا نہیں چاہتا یہ میری غیرت اور ایمان کے خلاف ہے۔ نیز فرمایا کہ ان لوگوں کو میں نے جو تحریک کی تھی وہ خدا تعالیٰ کے مخفی اشارہ کے ماتحت اور ان پر رحم کر کے کی تھی ورنہ میں نے ان لوگوں کو کبھی امیدگاہ نہیں بنایا، ہماری امیدگاہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی کافی ہے۔ چنانچہ حضورؑ کی دعا قبول ہوئی اور نواب صاحب حکومت کے اخذ سے بچ گئے، نوابی کا خطاب بھی بحال ہوگیا لیکن موت نے ان کا خاتمہ کردیا۔

''براہین احمدیہ'' کے مالی معاونین میں نواب مرزا محمد علاؤالدین احمد خان صاحب بہادر فرمانروائے ریاست لوہارو بھی شامل تھے جو مرزا اسداللہ خان غالب کے سسرالی رشتہ داروں میں سے تھے، آپ نے 31/اکتوبر 1884ء کو وفات پائی۔

معاونین میں ایک نام مولوی چراغ علی کا تھا لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت ﷺ کی عظمت کے پیش نظر چراغ کا لفظ کسی دوسرے کے لئے منسوب ہونا پسند نہ کیا اور نام میں محمد کا اضافہ کردیا چنانچہ کتاب میں نام لکھا ہے 'مولوی محمد چراغ علی خان صاحب بہادر نائب معتمد مدارالمہام حیدرآباد دکن'۔ مولوی صاحب 1845ء میں پیدا ہوئے اور 15/جولائی 1895ء کو بمبئی میں انتقال کیا۔ آپ عربی، فارسی، انگریزی پر عبور رکھتے تھے اور لاطینی، یونانی، عبرانی اور کالڈی بھی جانتے تھے۔ مولوی عبدالحق المعروف بابائے اردو نے مولوی صاحب کی کتاب کے مقدمہ میں درج چند ادھورے خطوط سے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ گویا حضرت اقدسؑ نے براہین احمدیہ کی تصنیف میں مولوی صاحب سے کوئی علمی مدد بھی لی تھی۔ فی الواقعہ مولوی صاحب نے مالی معاونت کی ہے جس کا ذکر حضورؑ نے بھی فرمایا ہے۔

مالی معاونین میں نواب نظیر الدولہ احمد علی خان صاحب بہادر بھوپال بھی تھے جن کا انتقال 1902ء میں ہوا۔ نیز نواب علی محمد خان صاحب بہادر لدھیانہ بھی تھے جو اوائل زمانہ میں ہی فوت ہوگئے لیکن حضورؑ کی قبولیت دعا کے بڑے معتقد تھے۔ آپ ریاست جھجر کے رئیس تھے۔ ریاست ضبط ہوچکی تھی اس لئے لدھیانہ میں رہائش رکھتے تھے۔ اسی طرح مرزا سعید الدین احمد خان صاحب بہادر اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر فیروزپور کا بھی نام حضورؑ نے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر وزیراعظم دستور معظم ریاست پٹیالہ کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ نے فرمایا کہ اس کار خیر میں آج تک سب سے زیادہ انہی سے اعانت ظہور میں آئی ہے۔ اسی طرح کئی اور نام بھی حضورؑ نے درج فرمائے ہیں لیکن ایک نام جو درج نہیں فرمایا وہ حاجی ولی اللہ سیشن جج کپورتھلہ کا ہے جنہیں حضورؑ نے کتاب بھجوائی اور آپکی حضورؑ سے خط و کتابت بھی رہی۔ آپ جب رخصت پر اپنے وطن سراوہ ضلع میرٹھ گئے تو براہین احمدیہ ساتھ تھی جو آپ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی سے سنا کرتے تھے۔ گو حاجی صاحب کی ارادت کسی پنہانی معصیت کی وجہ سے بعد میں شکوک میں بدل گئی لیکن حضرت منشی صاحبؓ اور دیگر سامعین کو حضورؑ سے ایسی عقیدت ہوگئی کہ کپورتھلہ میں براہین احمدیہ کا باقاعدہ درس حضرت منشی صاحبؓ نے شروع کردیا اور اگرچہ حاجی صاحب تو تعلق منقطع کر بیٹھے لیکن ان کے کئی عزیز اور رشتہ دار حضورؑ کی غلامی میں آگئے۔

کئی مالی معاونین کے بارے میں حضورؑ کو قبل از وقت خبر دے دی گئی جس کے دوسرے احباب بھی گواہ بنائے گئے۔ ان میں نواب اقبال الدولہ اقتدار الملک قیصر ہند سر وقار الامراء محمد فضل الدین خان، عبداللہ خان آف ڈیرہ اسماعیل خان اور محمد افضل خان صاحب بھی شامل تھے۔ ایک ہندو سردار عطر سنگھ صاحب رئیس اعظم

لدھیانہ جنہیں تعلیم و تعلّم کی سرپرستی کے اعتراف میں ملاذ العلماء والفضلاء اور مہامد پادھیائے کا خطاب بھی دیا گیا تھا، مالی معاونین میں شامل تھے۔

ان احباب کے علاوہ بھی ایک لمبی فہرست ہے۔

اعتراف

''براہین احمدیہ'' ہندوؤں اور عیسائیوں کی اس جارحانہ یلغار کے جواب میں لکھی گئی تھی جس سے اُس زمانہ کے مسلمان عاجز آ چکے تھے۔ لیکن اس نے جہاں برہموسماج کی تحریک اور عیسائیت کے غلبہ کے دعوے کو زمین بوس کر دیا وہاں مسلمانوں کے بدعقائد کی اصلاح کر کے ہر طبقہ فکر سے داد و تحسین بھی حاصل کی۔ اور حضرت اقدس علیہ السلام کی علمی اور روحانی فوقیت کا اعتراف مسلمانوں کے علاوہ غیروں نے بھی دل کھول کر کیا جس کی چند مثالیں مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب کے قلم سے ماہنامہ ''انصار اللہ'' کی اِس خصوصی اشاعت کی زینت ہیں۔

☆ 　نامور صحافی سید حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار ''سیاست'' نے لکھا کہ عیسائیوں کے حملوں کا جواب دینے کے لئے مسلمانوں میں سے سرسید اور ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب اس میدان میں اترے۔ سرسید کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ انہوں نے ہر معجزے سے انکار کیا اور ہر مسئلہ کو بزعم خود عقل انسانی کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کی۔

مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفینِ اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اسلام کے متعلق ان کے بعض مضامین لاجواب ہیں اور اگر وہ اپنی کامیابی سے متاثر ہو کر نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تو ہم انہیں زمانہ حال میں مسلمانوں کا سب سے بڑا خادم مانتے۔

☆ 　معروف صحافی عبداللہ ملک اپنی کتاب ''پنجاب کی سیاسی تحریکیں'' میں سرسید احمد خان اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے طریق کار کا فرق بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''سچ یہ ہے کہ اس دور میں جن لوگوں کو سرسید نے متاثر کیا، ساتھ ہی ان کو اپنی تعلیمات سے ایک گونہ آزردہ بھی کیا۔ ان ہی آزردہ دلوں کو بہت حد تک مرزا غلام احمد نے اپنے طور طریقوں سے سمیٹا۔ سرسید نے عقل کی بنیاد پر قرآنی آیات اور مذہبی تعلیمات و عبادات کی جتنی توجیہات اور تاویلات کی تھیں مرزا غلام احمد نے ان کے پرخچے اڑا دیئے۔''

☆ 　برہموسماج لیڈر دیونند ناتھ نے لکھا:

''برہموسماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آناً فاناً نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ اس سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کر لی۔ روزانہ بیسیوں مسلمان برہموسماج کے ساتھ نہ صرف سہمت تھے بلکہ اس کے باقاعدہ ممبر تھے۔ لیکن انہی دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں اور ان کو مناظرے کے لئے چیلنج کیا...... جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو کہ برہموسماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہموسماج میں داخل ہونے والے مسلمان بھی آہستہ آہستہ اسے چھوڑ گئے''۔

☆ 　مولوی ارشاد علی صاحب ناگپوری نے جو عیسائیت سے توبہ کر کے دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے، پادری صفدر علی صاحب کو جوابی خط میں لکھا کہ پادری صفدر علی نے مجھے چیلنج دیا ہے کہ میں ان کے ساتھ اسلام اور عیسائیت کی صداقت پر بحث کروں۔ ...... کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اگر ان کو اپنے دلائل اور عیسائیت کی صداقت پر پورا اعتماد ہے تو پھر وہ اس وقت کہاں تھے جب کہ مولوی غلام احمد صاحب قادیانی نے میدان مناظرہ میں کھڑے ہو کر بہادر شیر کی طرح ان کو للکارا۔ اس چیلنج کا آپ لوگوں پر اس قدر اثر تھا کہ کسی پادری کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کے مقابل پر آتا۔

چند نکاتِ معرفت

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ''براہین احمدیہ'' میں بیان کردہ بعض نکاتِ معرفت ہدیہ قارئین ہیں:

☆ 　''ہمیشہ توحید الٰہی صرف الہام ہی سے پھیلتی رہی ہے اور معرفت الٰہی کے طالبوں کے لئے قدیم سے یہی دروازہ کھلا ہے۔''

☆ 　''نور الہام کا بھی خاص خدا کی طرف سے اور اس کے ارادہ سے نازل ہوتا ہے یونہی اندر سے جوش نہیں مارتا۔''

☆ 　''الہام الٰہی کی ہدایت ہر یک طبیعت کے لئے نہیں بلکہ ان طبائع صافیہ کے لئے ہے جو صفت تقویٰ اور صلاحیت سے متصف ہیں۔''

☆ 　''کوئی شخص صرف اس صحیفہ فطرت پر نظر کر کے کوئی فائدہ علم دین کا اٹھا نہیں سکتا اور جب تک الہام رہبری نہ کرے خدا کو پا نہیں سکتا۔''

☆ 　''عقل صرف ضرورت شئے کو ثابت کرتی ہے خود شئے کو ثابت نہیں کر سکتی۔''

☆ 　''الہام کامل اور حقیقی کہ جو...... مذاہب باطلہ کے ہر یک قسم کے وساوس کو بکلی دور کرتا ہے اور طالب حق کو مرتبہ یقین کامل تک پہنچاتا ہے وہ فقط قرآن شریف ہے۔''

☆ 　''اس وقت انسان کو مقرب الٰہی بولا جاتا ہے جب وہ ارادہ اور نفس اور خلق اور تمام اضداد اور اغیار سے بکلی الگ ہو کر طاعت اور محبت الٰہی میں سراپا محو ہو جاوے اور ہر یک ماسوا اللہ سے پوری دوری حاصل کر لیوے اور محبت الٰہی کے دریا میں ایسا ڈوبے کہ کچھ اثر وجود اور انانیت کا باقی نہ رہے۔''

☆ 　''جب تک نور قلب و نورِ عقل کسی انسان میں کامل درجے پر نہ پائے جائیں تب تک وہ نور وحی ہرگز نہیں پاتا۔''

☆ 　''بغیر معقول وجوہ رکھنے کے بدظنی کرنا ایک شعبہ دیوانگی کا ہے۔''

☆ 　''خداوند تعالیٰ نے اہل اللہ کو ایسی فطرت بخشی ہے کہ اُن کی نظر اور صحبت اور توجہ اور دعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے بشرطیکہ شخص مستفیض میں قابلیت موجود ہو۔''

☆ 　''اہل اللہ کا وجود خلق اللہ کے لئے ایک رحمت ہوتا ہے۔''

☆ 　''ادب اور صدق اور صبر برکات الٰہیہ کے لئے شرط اعظم ہے۔''

☆ 　''دعا ایک مجاہدہ اور کوشش ہے اور کوششوں پر جو ثمرہ مترتب ہوتا ہے وہ صفت

رحیمیت کا اثر ہے۔''

☆ ''خدا تعالیٰ نے دعا میں جوش دلانے کے لئے دو محرک بیان فرمائے ایک اپنی عظمت اور رحمت کاملہ شاملہ دوسرے بندوں کا عاجز اور ذلیل ہونا۔''

☆ ''عصمت ......فرقان مجید کے کامل تابعین کو بطور خارق عادت عطا ہوتی ہے......وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوث نظر آتے ہیں اور اگر کوئی لغزش بھی ہو جائے تو رحمتِ الٰہیہ جلد تر ان کا تدارک کر لیتی ہے۔ ......عصمت کا مقام نہایت نازک اور نفس امارہ کے مقتضیات سے نہایت دور پڑا ہوا ہے جس کا حاصل ہونا بجز توجہ خاص الٰہی کے ممکن نہیں۔''

۔......☆......☆......☆......۔

''تصدیق براہین احمدیہ''

حضرت مولوی الحاج حکیم نورالدین صاحبؓ 1841ء میں بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم حافظ غلام رسول صاحب نے، جو ایک علم دوست شخصیت تھے، آپ کو زیور علم سے آراستہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ بعد میں آپ نے نارمل سکول راولپنڈی میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اور پھر چار سال تک پنڈ دادنخان کے سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے لیکن اس دوران بھی تحصیل علم کو جاری رکھا۔ اس کے بعد ملازمت ترک کر کے ہندوستان کے بڑے شہروں کی طرف حصول علم کیلئے روانہ ہوئے اور علم کی یہی پیاس آپ کو یمن، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ لے گئی جہاں آپ کئی سال مقیم رہے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس علمی کتب کا ایک بڑا ذخیرہ تھا جس میں بیرون ملک سے منگوائی گئی کئی نایاب کتب یا ان کے مخطوطے شامل تھے۔ یہ لائبریری ہندوستان میں عدیم المثال تھی اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اپنی بعض تحریروں میں اس کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کے بارے میں فرمایا ''میرے دوستوں میں ایک دوست سب سے زیادہ محبوب اور میرے محبوں میں سب سے زیادہ مخلص، فاضل، علامہ، رموز کتاب مبین، عارف علوم الحکم والدّین ہیں جن کا نام اپنی صفات کی طرح مولوی حکیم نورالدین ہے''۔

بہت سے مسلمان علماء حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے علم و فضل کے دل سے معترف تھے۔ سر سید احمد خان صاحب آپؓ کو علم کی آخری منزل سمجھا کرتے تھے۔ ایک بار اُن سے پوچھا گیا کہ جاہل علم پڑھ کر عالم بنتا ہے اور عالم ترقی کر کے حکیم ہو جاتا ہے اور حکیم ترقی کرتے کرتے صوفی بن جاتا ہے مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے؟ جس کے جواب میں سر سید نے لکھا کہ وہ نورالدین بنتا ہے۔

اخبار زمیندار لکھتا ہے ''کہا جاتا ہے کہ زمانہ سو برس تک گردش کرنے کے بعد ایک باکمال پیدا کیا کرتا ہے۔ الحق اپنے تبحر علم و فضل کے لحاظ سے مولانا حکیم نورالدین بھی ایسے باکمال تھے''۔ اسی طرح لیکھرام کے ایک دوسرے بھائی دھرمپال نے جب ایک کتاب ''ترک اسلام'' لکھی تو اس کتاب کے جواب میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے بھی ایک کتاب ''نورالدین'' تحریر فرمائی جس کی بدولت دھرمپال نے آخر اسلام قبول کرتے ہوئے اعتراف کیا کہ ''میرے اعتراضات کا جواب دینے میں نورالدین کے مصنف کا نشانہ علمی معلومات کی بدولت بے خطا ہوتا تھا''۔

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحبؓ کے اسلام کی راہ میں قلمی جہاد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ''......اس نے ایسی کتب تصنیف کیں جو کہ وافر معانی کے فوائد اور دقائق کثیر پر مشتمل ہیں اور جن کی نظیر پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔ ان کتب کی عبارتیں اپنے اختصار و ایجاز کے باوجود فصاحت و بلاغت سے پُر ہیں اور عمدگی اور حسن و خوبصورتی اس کے الفاظ میں ہے......اور جو بھی قرآن مجید کے پوشیدہ امور کو حل کرنا چاہتا ہے اور اس کے اسرار کا علم چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ان کتب کا گہری نظر سے مطالعہ کرے......ان کتب میں سے ایک 'فصل الخطاب' ہے اور ان میں سے ایک 'تصدیق البراہین' ہے''۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ''براہین احمدیہ'' میں دس ہزار روپے کا انعام اس شخص کے لئے مقرر کیا تھا جو اس کے مقابل پر کتاب لکھے۔ چنانچہ ہندوؤں کی نمائندگی میں پنڈت لیکھرام نے 'تکذیب براہین احمدیہ' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کے دو حصے تھے، 102 صفحات کا پہلا حصہ لیکھرام کی زندگی میں شائع ہوا جبکہ دوسرا اسکے مرنے کے بعد نوٹس کی شکل میں تھا۔ لیکھرام نے دراصل حضرت اقدس علیہ السلام کے دلائل کا رد نہیں لکھا بلکہ صرف تکذیب اور تمسخر کیا۔ چنانچہ حضورؑ نے اس کے بارے میں فرمایا ''ہمیں ہرگز امید نہیں کہ تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھ کر پھر یہ رائے ظاہر کر سکے کہ اس کے مؤلف کو عقل اور فہم اور علم دین سے کچھ حصہ ہے یا تہذیب اور شرافت سے اس کی فطرت کو کچھ تعلق ہے''۔

لیکھرام کی کتاب کے جواب میں ایک مسلمان عالم مولوی ابو رحمت حسن نے بھی 'تہذیب المکذ بین' نامی کتاب شائع کی اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے بھی 1890ء میں 'تصدیق براہین احمدیہ' جیسی لاجواب کتاب تصنیف فرمائی۔ حضورؓ کی کتاب کا آغاز جس تعارف سے ہوتا ہے وہی اپنی ذات میں ایک جامع اور مبسوط مضمون ہے۔

''تصدیق براہین احمدیہ'' میں حضرت سید حامد شاہ صاحبؓ سیالکوٹی کی ایک نظم بھی شامل اشاعت ہے۔ اس نظم سے تین اشعار ملاحظہ فرمائیں:

صداقت منصفوں سے داد لے گی
عجب تصدیق کا طرزِ بیاں ہے
ذرا تکذیب کو رکھ کر مقابل
بتائیں کون ان میں بدزباں ہے
نہیں تعریف کرنے کی غرض کچھ
صداقت خودبخود یہاں مدح خواں ہے

حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی طرف سے ''براہین احمدیہ'' کی اشاعت پر جو شاندار ریویوز قلمبند کئے گئے۔ علاوہ ازیں مولانا مولوی محمد شریف بنگلوری کی طرف سے ''براہین احمدیہ'' کا جواب دینے والے کو مزید ایک ہزار روپیہ کا جو انعامی چیلنج دیا گیا، اسے بھی ''تصدیق براہین احمدیہ'' میں شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

مجلس انصاراللہ کے پہلے صدر، عالم باعمل، فرشتہ سیرت

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ

(محمود احمد ملک)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے باوفا، متقی، پرہیزگار اور فرشتہ سیرت غلام عطا فرمائے جن کا ہر قدم صراط مستقیم پر رہتا تھا اور جو دوسروں کے لئے ہر پہلو سے نہایت اعلیٰ نمونہ تھے۔ ایسے ہی پاک وجودوں میں سے ایک حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے الہام میں ''فرشتہ'' رکھا تھا۔ آپؓ نے نہ صرف غیر معمولی علمی خدمات کی توفیق پائی بلکہ انتظامی لحاظ سے بھی اہم عہدوں پر فائز رہنے کی سعادت حاصل کی۔ خلافت سے عشق و وفا، مخلوق خدا سے غیر معمولی ہمدردی اور تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا آپ کی ذات کے ہر زاویہ میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ اس عالم باعمل کی سیرۃ کے دلکش پہلوؤں کا بیان نہایت درجہ ایمان افروز ہے جو قاری کو اپنے تزکیہ نفس کے لئے مجبور کردیتا ہے۔

مختصر حالات زندگی

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ 24؍دسمبر 1875ء کو ادرحمہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد حضرت مولوی نظام الدین صاحبؓ ادرحمہ کے امام اور جید عالم تھے۔ آپؓ کی والدہ بھی بہت نیک اور حافظ قرآن تھیں۔ آپؓ کے بڑے بھائی حضرت حافظ عبدالعلی صاحبؓ B.A; L.L.B کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے 313؍اصحاب میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔ وہ ایک لمبا عرصہ امیر جماعت احمدیہ سرگودھا بھی خدمت انجام دیتے رہے۔ انہیں بھی اپنے چھوٹے بھائی کے مقام کا پوری طرح ادراک تھا چنانچہ ایک بار کسی نے حضرت حافظ صاحبؓ سے دریافت کیا ''حافظ صاحب! کیا آپ بڑے ہیں یا مولوی شیر علی صاحبؓ؟''۔ حضرت حافظ صاحبؓ نے جواباً فرمایا ''مولوی شیر علی صاحبؓ بڑے ہیں، تاہم پیدا میں پہلے ہوا تھا''۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے پہلی دفعہ 22 سال کی عمر میں 1897ء میں قادیان تشریف لاکر حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ 1899ء میں آپؓ نے ایف۔سی کالج لاہور سے B.A. کیا اور پنجاب یونیورسٹی میں ساتویں پوزیشن حاصل کی۔ پنجاب گورنمنٹ نے آپؓ کو سول جج کے اعلیٰ عہدہ کی پیشکش کی لیکن آپؓ نے قادیان جاکر اپنے آقا کے قدموں میں خود کو پیش کردیا۔ آپؓ سب سے پہلے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور 1899ء سے 1910ء تک (1903ء سے 1905ء تک کے وقفہ کے علاوہ) آپؓ نے یہ فرض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ آپؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہر شاگرد گویا آپؓ کا عاشق زار تھا کیونکہ طلباء کو نہ صرف قابل ترین استاد مل گیا تھا بلکہ شفیق ترین باپ بھی میسر آگیا تھا۔ ان کے شاگرد بسا اوقات ان کے ذکر سے قلوب میں رقّت اور آنکھوں میں آنسو محسوس کرتے ہیں۔ اس دوران رسالہ ''ریویو آف ریلجنز'' کی قلمی معاونت بھی آپؓ نے مسلسل جاری رکھی اور کئی ضخیم مضامین تحریر فرمائے۔ رسالہ ریویو کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی رہے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ جب مستقلاً قادیان آگئے تو آپؓ کی صحت بہت کمزور تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک بار آپؓ کا بازو پکڑ کر فرمایا: ''میں تب خوش ہوں گا جب شیر علی کا بازو دوگنا موٹا ہوجائے گا''۔ پھر فرمایا: ''شیر علی! دودھ بہت پیا کرو''۔ اس ارشاد کے بعد آپؓ کئی بار صرف دودھ پی کر گزارہ کرتے اور ایک دن میں سولہ سیر تک دودھ بھی پی لیتے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کی توجہ اور دعا کی برکت سے جلد ہی آپؓ کی صحت بہت اچھی ہوگئی۔

حضرت مولوی صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ سے عاشقانہ محبت تھی۔ جب حضورؑ مسجد مبارک میں تشریف لاتے تو مولوی صاحبؓ بڑھ کر حضورؑ کا جوتا اٹھا لیتے اور جب حضورؑ رخصت ہونے لگتے تو حضورؑ کو جوتا پہنانے میں ایک سرور کی کیفیت محسوس کرتے۔ حضرت اقدسؑ نے آپؓ کا نام اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں اور ''انجام آتھم'' میں 313؍اصحاب کی فہرست میں شامل فرمایا ہے۔

آپؓ کے سپرد قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا کام بھی کیا گیا اور جن جید علماء کو اس اہم کام میں آپؓ کی مدد کی توفیق ملی ان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بھی شامل تھے۔ حضرت میاں صاحبؓ فرماتے ہیں ''حضرت مولوی صاحبؓ باوجود پیرانہ سالی کے جس محبت اور شغف اور توجہ کے ساتھ قرآن مجید کا کام کرتے تھے وہ ہم سب کیلئے ایک مشعل راہ ہے۔ انگریزی زبان میں حضرت مولوی صاحبؓ کا مقام بہت بلند تھا اور نہایت صاف اور صحیح اور بامحاورہ انگریزی لکھتے تھے جس کی سلاست اور صحت پر رشک آتا تھا''۔ 1936ء سے 1938ء تک آپؓ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں انگلستان میں قیام پذیر رہے۔

1940ء میں جب مجلس انصاراللہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مولوی صاحبؓ اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے اور 1947ء تک اس منصب پر فائز رہے۔

گو حضرت مولوی صاحبؓ کا بہت سا علمی کام ''ریویو آف ریلجنز'' اور دیگر رسائل میں شائع ہوتا رہا، ایک تحقیقی کتاب ''قتل مرتد'' کے موضوع پر بھی تحریر فرمائی لیکن سب سے نمایاں خدمت قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہے جو پہلی بار ہالینڈ سے شائع ہوا اور اب تک اس کے سترہ ایڈیشن دو لاکھ سے زائد کی تعداد میں شائع ہوچکے ہیں اور جماعت احمدیہ کی طرف سے دیگر زبانوں میں جو تراجم کئے گئے ہیں وہ اکثر اسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر کئے گئے ہیں۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی وفات قیام پاکستان کے فوراً بعد 13 نومبر 1947ء کو لاہور میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ آپؓ کی وفات پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''آپ حقیقتاً ایک فرشتہ سیرت بزرگ تھے اور ان کے متعلق لوگوں کی زبان پر فرشتہ کا لفظ غالباً الٰہی تصرف کے ماتحت جاری تھا اور ممکن ہے کہ اس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ کشف بھی ہو جس میں حضورؑ نے دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ''ایک فرشتہ آیا ہے جس کا نام شیر علی ہے۔''

امام وقت کی اطاعت کا درس

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ جب 1936ء میں قادیان سے انگلستان کے لئے روانہ ہوئے تو رستہ میں بمبئی میں بھی مختصر قیام فرمایا جہاں مقامی جماعت کی درخواست پر نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ کے دوران فرمایا:

''آپ سب جانتے ہیں کہ میں اس جگہ کی مقامی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا۔ میرا آپ لوگوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق یا شناسائی نہیں۔ حتیٰ کہ میں آپ لوگوں سے ذاتی طور پر متعارف بھی نہیں لیکن بایں ہمہ آپ نے نماز جمعہ کے لئے مجھے اپنا امام بنانا پسند کیا ہے۔ میری یہ درخواست ہرگز نہ تھی۔ آپ لوگوں نے از خود میرا انتظام کیا ہے۔ اس لئے اب آپ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس نماز میں دردِ دل کے ساتھ پورے طور پر میری پیروی کریں۔ آپ سب کو لازمی طور پر میری اقتدا کرنا ہوگی۔ کسی کو چون و چرا کی مجال نہ ہوگی۔ میری کسی غلطی پر آپ زیادہ سے زیادہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ سکتے ہیں لیکن اگر میں نماز میں کوئی غلطی کر جاؤں تو آپ لوگوں کو بھی لازمی طور پر میری اقتدا میں وہ غلطی کرنا ہوگی، کسی کو نکتہ چینی کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اس بات کے بیان کرنے سے میری غرض آپ کو یہ نصیحت کرنا ہے کہ ہمارے مذہب اسلام میں جب ایک معمولی آدمی جس کو صرف وقتی طور پر امام بنایا جائے اس کی اطاعت کا یہ تقاضا ہے تو اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام وقت حضرت خلیفۃ المسیح جن کے ہاتھ پر ہم سب نے بیعت کی ہوئی ہے، ان کی بہ دل و جان اطاعت اور فرمانبرداری کرنا کس قدر ضروری اور اس سے روگردانی کرنا کتنا بڑا گناہ ہے۔''

خلیفہ وقت کا اعتماد اور محبت

حضرت مصلح موعودؓ جب قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تو بالعموم حضرت مولوی صاحبؓ کو ہی قادیان کا امیر مقامی مقرر فرمایا کرتے۔

حضرت مولوی ظہور الدین اکمل صاحبؓ لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جب گھوڑی سے گر کر بستر علالت پر کئی ماہ دراز رہے تو ایک روز فرمایا: یہ شیر علی کہاں ہے؟ اسے ہماری فکر نہ ہو، ہمیں تو اس کی خیر و عافیت کا ہمیشہ خیال رہتا ہے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اُس وقت حضورؓ کے سرہانے بیٹھے تھے۔ دراصل آپؓ ہر روز حاضر ہوتے اور دیر تک سرہانے کی طرف فرش پر بیٹھے دعا میں مصروف رہتے اور حضورؓ کی تکلیف کے خیال سے آہستہ سے السلام علیکم کہہ کر چلے جاتے کیونکہ نمائش مقصود نہ تھی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 43-1942ء میں انگریزی ترجمہ قرآن کریم کے لئے ایک ادارہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی سرکردگی میں قائم فرمایا تھا اور محترم ملک محمد عبداللہ صاحب کی ڈیوٹی بھی اس ادارہ میں لگائی گئی تھی جو حضرت مولوی صاحبؓ کے تقویٰ اور بلند مرتبہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ ماہ رمضان سے پہلے خاصی رقم غرباء میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اگر حضورؓ قادیان میں موجود نہ ہوتے تو یہ رقم حضرت مولوی صاحبؓ کو بھجوا دیتے۔

1945ء میں حضرت مولوی صاحبؓ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں ڈلہوزی میں مقیم تھے تو شدید بیمار ہوگئے۔ سیدنا مصلح موعودؓ بھی ان دنوں بیماری کے باعث ڈلہوزی میں قیام فرما تھے۔ حضورؓ باوجود اپنی بیماری کے ڈانڈی پر سوار ہو کر حضرت مولوی صاحبؓ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ روزانہ حضرت مولوی صاحبؓ کو دیکھا کریں۔

تقویٰ کا اعلیٰ مقام

حضرت مولوی صاحبؓ کے تقویٰ کا معیار ایسا اعلیٰ تھا کہ مکرم چودھری مشتاق احمد باجوہ صاحب مبلغ سلسلہ برطانیہ کی اہلیہ لندن آنے سے پہلے حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئیں تو آپؓ نے ایک تولیہ انہیں دیتے ہوئے فرمایا کہ مسجد فضل لندن کا یہ تولیہ غلطی سے میرے سامان کے ساتھ آ گیا تھا، آپ واپس لے جائیں۔

☆ مکرم مولا بخش صاحب پشاوری کہتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحبؓ کے لئے ایک شخص دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک بار وہ اپنے حساب کے مطابق رقم بتاتا تھا لیکن آپؓ فرماتے تھے کہ تمہارا حساب میرے پاس درج ہے، تمہاری رقم زیادہ بنتی ہے۔ آخر اصرار کر کے اُسے زیادہ رقم ادا فرمائی۔

خدمت خلق کا بے مثال نمونہ

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت شیخ عبدالعزیز صاحبؓ تھے۔ ایک دفعہ اُن سے اُن کے ایک نابینا رشتہ دار نے یہ بیان کیا کہ ''ڈیڑھ سال پہلے کانوں میں خشکی کی تکلیف پر حکیم قطب الدین صاحب نے مجھے بلا ناغہ دودھ پینے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن میری غربت کا یہ عالم تھا کہ میں تو کھانا بھی لنگر سے کھایا کرتا تھا اس لئے حکیم صاحب کا مشورہ سن کر خاموشی سے گھر چلا آیا۔ لیکن اسی روز غروب آفتاب کے بعد کسی نے باہر سے آواز دے کر برتن طلب کیا اور اس میں دودھ ڈال دیا۔ اور یہ سلسلہ تب سے بلا ناغہ جاری ہے''۔

حضرت شیخ صاحبؓ کو اشتیاق پیدا ہوا کہ معلوم کریں کہ آخر یہ خاموش نیکی کرنے والا کون ہے؟ چنانچہ سورج غروب ہونے کے بعد اندھیرا پھیلنے پر آپؓ جا کر حافظ صاحب کے گھر کے باہر ٹہلنے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اور حافظ صاحب کو دودھ دے کر واپس جانے لگا۔ اندھیرا پھیلنے کی وجہ سے آپ اسے پہچان نہ پائے اور آواز دی ''بھائی کون ہو؟''۔ جواب ملا ''شیر علی''۔

یہ فرشتہ سیرت حضرت مولوی شیر علی صاحب تھے جنہوں نے ڈیڑھ سال پہلے حضرت حافظ صاحب کو حکیم صاحب کی دوکان سے مغموم باہر نکلتے دیکھا تو حکیم صاحب سے وجہ دریافت کی اور پھر یہ معمول بنا لیا کہ روزانہ انہیں اُن کے گھر پر

دودھ پہنچایا کریں۔

☆ حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیالؓ لکھتے ہیں کہ جب دسمبر 1910ء میں مَیں قادیان آیا تو بیمار تھا کیونکہ مخالفین نے میرے والد صاحب پر قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر رکھا تھا جس کے لئے مَیں بھاگ دوڑ کرتا رہا تھا اور صحت خراب ہوگئی تھی۔ قادیان آکر مَیں مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں لیٹا رہتا۔ حضرت مولوی صاحبؓ روزانہ وہیں تشریف لاکر مجھے سبق پڑھا دیتے تاکہ مَیں کلاس میں پیچھے نہ رہ جاؤں۔ آپؓ میرے شدید اصرار کے باوجود میری چارپائی کی ادوائن کی طرف ہی تشریف رکھتے۔

☆ محترم ملک غلام فرید صاحب بیان فرماتے ہیں کہ اگرچہ حضرت مولوی صاحبؓ دفتری افسر بھی تھے اور دفتری آئین و ضابطہ ملحوظ رکھتے تھے لیکن جہاں خدمت خلق کی بات ہوتی تو وہاں آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا یہ شعر مدنظر رہتا تھا:

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است

(یعنی میرا مقصد اور خواہش مخلوق کی خدمت کرنا ہے)

چنانچہ جنگ عظیم دوم میں کسی دوسرے صوبے کے ایک احمدی دوست کرایہ کا مکان لے کر اپنے بال بچوں کو قادیان چھوڑ گئے۔ کئی روز بعد اُن کی بیوی مکرم عبدالرحمٰن شاکر صاحب کے گھر آئیں اور بتایا کہ اُن کے ہاں خورونوش کی اشیاء بہت دیر سے ختم ہیں۔ شاکر صاحب نے باقاعدہ انتظام کے لئے امیر مقامی حضرت مولوی صاحبؓ سے رابطہ کیا تو آپؓ نے اُسی وقت کہیں سے کچھ رقم لاکر شاکر صاحب کو مہیا کی اور کہا کہ محض رقم دینا کافی نہیں بلکہ ہر قسم کی ضروریات بازار سے مہیا کرنا بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور پھر شام کو دوبارہ دریافت فرمایا کہ کوئی ضرورت تو باقی نہیں؟۔

☆ قادیان میں ایک دفعہ انفلوئنزا اور ٹائیفائیڈ کی وبا پھیلی تو حضرت مولوی صاحبؓ نے اپنے طور پر ٹیکوں اور ڈاکٹر کا انتظام کیا اور غرباء کے گھروں میں خود جا جا کر اُن کو ٹیکے لگوانے کی تلقین کی۔

☆ محترم ملک غلام فرید صاحب کا بیان ہے کہ ایک موسم سرما میں حضرت مولوی صاحبؓ نماز فجر کے بعد مسجد مبارک کی سیڑھیاں اتر رہے تھے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں ایک غریب مسافر ہوں اور سردی سے بچنے کیلئے مناسب کپڑے نہیں ہیں۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے اُسی وقت اپنے کندھوں پر سے اٹلی کا بنا ہوا نیا کمبل اتار کر اُسے دے دیا اور خود بغیر کمبل کے اپنے گھر تشریف لے گئے۔

☆ مکرم ماسٹر مولاداد صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1942ء میں مَیں میعادی بخار سے بیمار ہوگیا اور طویل علالت کے باعث میری مالی حالت بھی کمزور ہوگئی۔ مَیں نے اپنے لڑکے کو حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی خدمت میں دعا کے لئے بھیجا۔ لڑکا واپس آیا تو حضرت مولوی صاحبؓ کی طرف سے ایک بند لفافہ مجھے دیا جس میں دس روپے کے نوٹ کے ساتھ تحریر تھا "انشاء اللہ دعا کروں گا، مبلغ دس روپے آپ کے خانگی اخراجات کیلئے ارسال ہیں۔ آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ مدد کرتا رہوں گا"۔ چنانچہ آپؓ دو سال کے طویل عرصہ تک وقتاً فوقتاً میری مالی امداد فرماتے رہے۔

☆ مکرم محمد حیات صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحبؓ کا تعلق ادرحمہ سے تھا اس لئے جماعت ادرحمہ کا ہر شخص اپنا حق سمجھ کر آپؓ کے پاس آتا۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر تو ساٹھ ستر افراد کے لئے خندہ پیشانی سے بستر آپ مہیا فرماتے۔ صبح کے وقت لسّی وغیرہ سے ناشتہ کراتے، کوئی بیمار ہوجاتا تو ہسپتال لے جاتے اور اُس کے لئے پرہیزی اور دودھ وغیرہ کا انتظام کرتے۔ بار بار آکر مہمانوں سے پوچھتے کہ کسی اَور چیز کی ضرورت تو نہیں؟ ایک مرتبہ اتفاق سے جلسہ کے دنوں میں عیدالفطر کی تقریب بھی آگئی۔ آپ نے بازار سے حلوائی بلاکر ساری جماعت کے لئے حلوہ تیار کروایا اور یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ عید پردیس میں آئی ہے۔ ایک بار ایک دوست علی محمد صاحب موچی کو بازار میں دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ گلا خراب ہے اس لئے چائے پینے آیا ہوں۔ آپؓ اُنہیں اپنے ہمراہ واپس لائے اور ایک مٹکا چائے کا تیار کراکے مہمانوں کے لئے بھجوادیا۔ جلسہ ختم ہوتا تو آپ بٹالہ والی سڑک تک پیدل تشریف لاتے اور دعا کے ساتھ جماعت ادرحمہ کو رخصت کرتے۔ جب ریل گاڑی چلنے لگی تو آپؓ اسٹیشن پر آکر دعا کرواتے اور کئی غریب احمدیوں کو واپسی کا ٹکٹ بھی خرید کردیتے۔ اکثر ادرحمہ کے غرباء کو بلاکر اپنے پاس رکھتے اور مریضوں کو بھی بغرض علاج بلوا لیتے۔

اپنوں اور غیروں کی غیر معمولی محبت

حضرت چودھری محمد ظفراللہ خانصاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے پہلی بار حضرت مولوی صاحبؓ کو قادیان میں 1905ء میں دیکھا تھا جبکہ مَیں آپ کو جانتا نہ تھے۔ حضرت مولوی صاحبؓ معہ اہل و عیال گرمیوں کی چھٹیاں گزار کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب آپؓ ایک تانگہ میں مسجد مبارک کے سامنے والے چوک میں پہنچے تو وہاں موجود کچھ لڑکے شوق سے لپکے گویا اُن کے بہت قریبی عزیز آگئے ہوں۔ اتنے میں اور لڑکے بھی آگئے۔ کوئی ان کا بستر اٹھا رہا ہے، کوئی ٹرنک، کوئی اور سامان، کسی نے بچے کو گود میں اٹھالیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کون صاحب ہیں جن کے گرد دیکھتے ہی دیکھتے اس قدر لڑکے جمع ہوگئے۔ تب علم ہوا کہ یہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ہیں۔

حضرت مولوی صاحبؓ ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں جب انگلستان روانہ ہورہے تھے تو قادیان کے بہت سے ہندو اور سکھ بھی الوداع کہنے کیلئے اسٹیشن پر موجود تھے اور اکثر نے حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ ہی دعا کے لئے ہاتھ بھی اٹھائے۔ وہ سب حضرت مولوی صاحبؓ کو ایک برگزیدہ شخصیت سمجھتے تھے اسی لئے دوسرے دیہات کے لوگ بھی قادیان آکر آپؓ سے اپنے کنوؤں کے سنگ بنیاد رکھنے کی درخواست کیا کرتے تھے۔

حضرت مولوی صاحبؓ کے قیام انگلستان کے بارے میں ایک انگریز احمدی بلال نٹل نے بے ساختہ کہا۔ "He was an angel"

ایک احمدی انگریز نے بیان کیا کہ روحانی اثریں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا مگر جب میں حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے کچھ محسوس ضرور ہوتا ہے جیسے کوئی غیرمرئی چیز خود بخود جسم میں سرایت کررہی ہے، حتیٰ کہ آپؓ کو کچھ فاصلہ سے آتا دیکھ کر ہی دل و دماغ پر یہ اثر چھا جاتا تھا کہ کوئی نیک آدمی آرہا ہے۔

نماز سے عشق اور نماز میں استغراق

☆ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے بارہ میں حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے مولوی صاحبؓ کی رفاقت میں نماز کے لئے مسجد مبارک میں جانے کا موقع ملا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو نماز ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ مجھے اپنے ہمراہ لئے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی اتفاق سے نماز ختم ہو چکی تھی۔ اب آپؓ مجھے ساتھ لے کر مسجد فضل کی طرف چل پڑے۔ وہاں نماز کھڑی تھی چنانچہ ہم نے نماز باجماعت ادا کی۔

☆ حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں مجھے اکثر یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نماز عشاء کے بعد کافی دیر تک نوافل میں انہماک اور توجہ کے ساتھ مشغول رہتے۔ بہت لمبا سجدہ کرتے اور نماز کو کافی طول دینے کی وجہ سے اکثر بھول جاتے کہ دو رکعات پڑھ چکے ہیں یا ایک۔

☆ مکرم سید سجاد احمد صاحب بیان کرتے ہیں: ''میں نمازوں میں اکثر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ آپؓ قیام میں سورۃ فاتحہ کے الفاظ اھدنا الصراط المستقیم اس الحاح وزاری کے ساتھ تواتر سے دہراتے تھے کہ میں حیران ہو جاتا کہ ایک ہی آیت کو دہراتے چلے جارہے ہیں اور قطعاً تھکن محسوس نہیں فرماتے۔

مساجد کا احترام

حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحبؓ کا بیان ہے کہ حضرت مولوی صاحبؓ کو جب کسی دوست سے کوئی دنیاوی قسم کی بات کرنا ہوتی تو آپؓ مسجد کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے اُن کو مسجد سے باہر لے جاتے اور بات ختم ہونے پر مسجد میں تشریف لاتے۔

قبولیت دعا

حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کی قبولیت دعا کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں۔ نیز قبولیت دعا کے امکانات کو قوی کرنے والے بہت سے دلنشیں پہلو بھی متعدد احباب نے بیان کئے ہیں۔

☆ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ سے محترم حکیم عبید اللہ صاحب نے شدید مالی تنگی سے نجات کے لئے درخواست دعا کی تو آپؓ نے فرمایا ''دعا کا بہترین طریق یہ ہے کہ آپ میرے لئے دعا کریں میں آپکے لئے دعا کروں گا''۔ یہ کہہ کر آپؓ اُنہیں ایک ہوٹل میں لے گئے اور فرمایا یہاں سے آپ سالن یا روٹی میں سے ایک چیز خرید لیں۔ حکیم صاحب نے دو روٹیاں خرید لیں اور حضرت مولوی صاحبؓ نے سالن خریدا اور ریتی چھلہ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے کو یہ کھانا دیدیا۔ پھر فرمایا ''دعا سے قبل صدقہ و خیرات کرنا دعا کی قبولیت کے امکانات کو زیادہ قوی کر دیتا ہے......''

☆ مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہمارے گھر کے تمام افراد خارش کے شدید مرض میں مبتلا ہو گئے اور ہر ممکن علاج کے باوجود پانچ ماہ تک بیماری بڑھتی ہی رہی۔ میں نے حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا تو آپؓ ہمارے گھر تشریف لائے اور دالان کی دہلیز پر کھڑے ہو کر لمبی دعا کی۔ میرے خسر نے اُسی رات خواب دیکھا کہ ایک چڑیل، جس کے بال کھلے، دانت لمبے اور شکل بھیانک ہے، ہمارے گھر کے اندر بیتابی سے چکر لگا رہی ہے اور باہر نکلنے کے لئے بیقرار ہے۔ اسی تگ و دو میں اُسے دروازہ میں سے راستہ نظر آیا تو وہ فوراً باہر نکل گئی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ گھر کے افراد رفتہ رفتہ ایسے صحتیاب ہوئے گویا بیماری کبھی تھی ہی نہیں۔

☆ مکرم چودھری شبیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے ایک عزیز جب بسلسلہ ملازمت سمندر پار گئے تو عرصہ دراز تک لاپتہ ہو گئے اور طویل انتظار نے اُن کے عزیز و اقارب کو اُن کی زندگی سے بھی مایوس کر دیا۔ مَیں جب بھی حضرت مولوی صاحبؓ سے اُن کی خاطر دعا کے لئے عرض کرتا تو آپؓ فرماتے کہ مَیں نے دعا کی ہے، وہ خدا کے فضل سے بخیریت ہیں۔ چنانچہ قریباً چار پانچ سال بعد حکومت کی طرف سے ہمیں اُن کی خیریت کی اطلاع ملی اور 1945ء میں وہ بھی واپس آگئے۔

☆ محترم ماسٹر محمد ابراہیم بھامبڑی صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1937ء سے 1942ء تک میری ایک ہی لڑکی تھی اور مَیں اولاد نرینہ کا بے حد خواہشمند تھا۔ ایک روز حضرت مولوی صاحبؓ کی خدمت میں تحریراً عرض کیا تو آپؓ نے تحریری جواب میں لکھا کہ ''مَیں نے دعا کی ہے، خدا تعالیٰ آپ کو نرینہ اولاد عطا کرے گا''۔ چنانچہ جلد ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا فرمایا۔

☆ مکرم محمد حسین جہلمی صاحب ٹیلر ماسٹر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب موضع پھلروال تشریف لائے تو ایک غیر احمدی عورت کی درخواست پر مَیں نے اُس کیلئے دعا کی درخواست کی کہ اُس کی شادی کو چھ سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن وہ اولاد سے محروم ہے۔ آپؓ نے اُسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ایک سال کے اندر اُس عورت کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرما دیا۔

☆ مکرم شیخ فضل حق صاحب کا بیان ہے کہ میرے بھائی سراج الحق کو ایک خطرناک مرض ہوا کہ ڈاکٹروں نے بھی جواب دیدیا۔ مَیں نے باقاعدگی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے دعا کے لئے عرض کرنا شروع کیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے ایک دعا لکھ کر مجھے ارسال کی کہ اس دعا کو ہر روز بلاناغہ پڑھ کر مریض پر دم کیا کرو۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے صرف پانچ سات روز میں ہی میرے بھائی کو صحت عطا ہو گئی۔

☆ حضرت مولوی صاحبؓ کی بیٹی مکرمہ خدیجہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ جب مَیں بالکل چھوٹی سی تھی تو اباجی مجھے اور امّی کو ساتھ لے کر اپنی پھوپھی سے ملنے کے لئے گاؤں گئے۔ راستہ میں چلتے چلتے دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے یہ کہتے جارہے تھے کہ گھر پہنچ کر بچی کے لئے دودھ تم ہی مانگنا۔ لیکن رات بہت دیر سے پہنچنے کے خیال سے دونوں میں سے کوئی بھی اس بات کے لئے تیار نہیں ہو رہا تھا کہ دودھ کا تقاضہ وہ کرے گا۔ ابھی گاؤں تین میل دُور تھا کہ ایک شخص ہمارے قریب سے گزرا اور اُس نے از خود پوچھا کہ کسی کو بھینس کا دودھ چاہئے؟۔ چنانچہ آپؓ نے

دودھ خرید لیا اور گھر پہنچ کر کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ رہی۔

☆ حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحبؓ لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت مولوی صاحبؓ سے عرض کی کہ آپ میرے استاد ہیں مجھے کوئی ایسی دعا بتائیں جو میں آپ کے لئے بالالتزام کرسکوں۔ آپؓ نے مجھے یہ قرآنی دعا سکھائی: رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّحِمِیْنَ۔ یعنی ''اے خدا! مجھے اور میرے بھائی کے گناہ بخش اور ہمیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اور تُو بے انتہا اور بار بار رحم کرنے والا ہے''۔ میرے لئے یہ امر خوشکن تھا کہ حضرت مولوی صاحبؓ نے دعا محض اپنے لئے نہیں بتائی بلکہ مجھے بھی دعا میں شریک کرلیا۔

☆ مکرم چوہدری ناصر الدین صاحب بیان کرتے ہیں۔ 1939ء کی تعطیلات میں حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ان دنوں فارغ ہو۔ میرے دفتر میں آجایا کرو۔ چنانچہ پندرہ بیس روز تک مجھے آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ مل گیا۔ ان دنوں آپ کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ اس لئے آپ مجھ ہی سے کلام پاک کا ترجمہ انگریزی (ٹائپ شدہ) پڑھواتے اور نوٹ وغیرہ لکھواتے۔ آپ کی سیرت کے بعض پہلوؤں نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ اول یہ کہ آپ ترجمہ کا کام شروع کرنے سے پیشتر وضو کرتے اس کے بعد اس کثرت سے تسبیح، استغفار اور دعا کرتے تھے کہ میں یہ منظر دیکھ کر حیران رہ جاتا اور سوچتا کہ آپ اتنی لمبی دعاؤں کے ساتھ اس عظیم الشان کام کو کس طرح ختم کرسکیں گے۔ آپؓ مجھ ناچیز کو بھی جو اس وقت کم عمر ہونے کے علاوہ محض ایک طالب علم کی حیثیت رکھتا تھا، فرمایا کرتے تھے کہ: ''دعا کرو خدا تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمائے۔ اور ترجمہ کا کام جلد ختم ہوجائے''۔

☆ محترم مولوی محمد احمد جلیل صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا یہ عام معمول تھا کہ مختلف پریشان حال دوستوں اور حاجتمندوں کے لئے جن کے آپ کو خط موصول ہوتے۔ یا خود مل کر دعا کی درخواست کرتے، خود بھی دعا کرتے اور دوسرے دوستوں میں بھی دعا کی تحریک فرماتے۔ حتیٰ کہ مجھ جیسے ناچیز کو بھی جب اس خدمت سے نوازتے تو میں محجوب سا ہوجاتا۔ یہ دیکھ کر حضرت مولوی صاحب فرماتے کہ: ''دوسروں کے لئے دعا کرنے سے دعا جلد قبول ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ دعا کی توفیق ملتی ہے''۔

☆ محترم شیخ عبد القادر مربی سلسلہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا یہ معمول تھا کہ جب ڈاک آتی تو لفافہ چاک کرتے وقت ایک عربی دعا پڑھتے جس کا ترجمہ یوں ہے کہ: اے خدا بہتری ہمارے لئے ہو۔ اور برائی ہمارے دشمنوں کے لئے۔

☆ مکرم عبد المجید منیب صاحب کہتے ہیں کہ حضرت حافظ عبد العزیز صاحب نونؓ کے ہاں ایک دو بچے پیدا ہوکر فوت ہوگئے جبکہ دو بیٹیاں تھیں۔ جب بیوی سے اولاد کے متعلق اُن کو مایوسی ہوئی تو انہوں نے رشتہ کی تلاش کے لئے حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے بھی دعا کی درخواست کی۔ اس پر آپؓ نے فرمایا: پہلی بیوی موجود ہے، اللہ تعالیٰ تو مُردوں سے زندہ پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت حافظ صاحبؓ کو ایک ذہین اور خوبصورت بچہ عطا فرمایا جس کا نام حضرت مصلح موعودؓ نے عبد السمیع رکھا۔ (یہ مکرم عبد السمیع نون صاحب B.A; L.L.B. ہیں)۔

☆ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ 1922ء میں ہماری بھینسیں چوری ہوگئیں۔ کھوج لگایا گیا لیکن چونکہ ان دنوں قادیان میں پولیس سٹیشن کوئی نہیں تھا اس لئے حضرت مصلح موعودؓ کے حکم سے لوگوں نے ان دو گاؤں کو گھیرے میں لے لیا جہاں بھینسیں لے جائی گئی تھیں۔ جب ایک خاتون کو بھینسوں کی چوری کا معلوم ہوا تو کہنے لگی کہ مولوی صاحب اگر فرشتہ ہیں تو پھر فرشتے ان کی بھینسیں واپس کر جائیں!۔ عجیب حسن اتفاق تھا کہ اگلی رات ہی چور بھینسیں واپس چھوڑ گئے۔ جبکہ اُس رات بھی لوگ پہرہ دیتے رہے تھے اور حضرت مولوی صاحبؓ پہرہ دینے والوں کی حفاظت کے لئے تمام رات نماز پڑھتے رہے تھے۔

سراپا عجز وانکسار

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ حقیقت میں نہایت درویش صفت اور منکسر المزاج شخص تھے۔ جب آپؓ سکول کی ملازمت کے بعد رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور نہایت شستہ انگریزی میں شاندار مضامین رقم کئے جن کے اہل زبان بھی معترف تھے۔ دوسری طرف سادگی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار آپؓ اپنے گھر کے قریب ہی اپنی بھینس چرا رہے تھے۔ گریبان کھلا اور سادہ سا لباس زیب تن تھا۔ دو انگریز افسر قادیان آئے اور گزرتے گزرتے آپؓ سے ''ریویو آف ریلیجنز'' کے ایڈیٹر کے مکان کے بارے میں دریافت کیا۔ آپؓ انہیں ہمراہ لے کر اپنے گھر تشریف لائے اور اپنا تعارف کروایا تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ہم تو سمجھے تھے کہ رسالہ کا ایڈیٹر کوئی انگریز ہوگا۔

☆ مکرم ماسٹر فضل حسین صاحب کا بیان ہے کہ ایک موقعہ پر جب قادیان کے اکثر احمدی حضرت مصلح موعودؓ کی تقریر سننے کے لئے لاہور تشریف لے گئے تو سیرۃ النبیؐ کے جلوس کی حاضری غیر معمولی کم ہوگئی۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ امیر مقامی حضرت مولوی صاحبؓ تشریف لائے اور فرمایا: میرے لائق کوئی خدمت ہے؟۔ میں بہت شرمسار ہوا لیکن موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر عرض کیا کہ وہ دوست جو قادیان میں موجود ہیں لیکن جلوس میں شامل نہیں ہوئے انہیں تحریک فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت مولوی صاحبؓ نہایت خندہ پیشانی سے تشریف لے گئے اور خود مختلف گلی کوچوں اور گھروں سے لوگوں کو تحریک کرکے جلوس میں بھجواتے رہے، پھر آپؓ نے جلوس کو ترتیب دینے میں بھی مدد فرمائی اور آخر وقت تک جلوس میں شریک بھی رہے۔

☆ محترم ملک غلام فرید صاحب کو ایک لمبا عرصہ آپؓ کے ہمراہ ترجمہ قرآن میں مدد کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ وہ بیان کرتے ہیں جب حضرت مولوی صاحبؓ نے پیرانہ سالی میں خود انتہائی تکلیف اٹھانے کے باوجود بھی کسی کے سامنے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ دوسروں کے آرام کو مقدم رکھا۔

حضرت مصلح موعودؓ جب قادیان سے باہر تشریف لے جاتے تو بالعموم حضرت مولوی صاحبؓ کو ہی قادیان کا امیر مقامی مقرر فرمایا کرتے۔ 1924ء میں

جب حضورؓ انگلستان تشریف لے گئے تو حضرت مولوی صاحبؓ پورے برصغیر کے امیر مقرر ہوئے۔ آپؓ مجسم انکسار تھے۔ ایک بار حضرت مولوی صاحبؓ نے نماز جمعہ پڑھائی اور پھر سنتیں شروع کیں تو اتنی لمبی ہوگئیں کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہوگئی۔ مجھے کسی دوست کا انتظار تھا اس لئے بیٹھا رہا۔ آپؓ نماز پڑھتے رہے، پڑھتے رہے یہانتک کہ میں بھی چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد دوست کے ہمراہ واپس مسجد پہنچا تو مولوی صاحبؓ وہاں اکیلے اپنے بازوؤں کا تکیہ بنائے سو رہے تھے۔ شدید گرمیوں کے دن تھے۔ میں نے اپنے دوست کو بتایا کہ یہ مولوی صاحبؓ آجکل ہمارے امیر ہیں اور ہم ان کی اسی طرح فرمانبرداری کرتے ہیں جیسے امیرالمومنین کی لیکن یہ غریب دل انسان کس سادگی سے خالی زمین پر سو رہا ہے۔

☆ حضرت مولوی صاحبؓ بہت سادہ مزاج اور درویش صفت تھے۔ قادیان کے غریب سے غریب انسان کو یہ احساس تھا کہ حضرت مولوی صاحبؓ سے ''السلام علیکم'' کہنے میں پہل کرنا ناممکن نہیں تو بے حد دشوار ضرور تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار فرمایا تھا کہ حضرت مولوی صاحبؓ جب امام الصلوٰۃ ہوتے تو ''اھدنا الصراط المستقیم'' اتنی بار پڑھتے کہ مقتدین کو ایسا احساس ہوتا جیسے گراموفون ریکارڈ کی سوئی اس آیت پر اٹک گئی ہو۔

☆ محترم مولوی تاج الدین صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ناظر دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مجھے پیغام ملا کہ جلسہ سیرۃ النبیؐ میں تقریر کیلئے جالندھر جاؤں۔ میں نے بخار کی وجہ سے معذرت کردی۔ اگلے روز آپؓ نے ہدایت کی کہ ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ پیش کروں جو میں نے بھیج دیا۔ جلسہ سے ایک روز پہلے آپؓ میرے مکان پر تشریف لائے اور حال دریافت کرنے کے بعد مجھے کچھ رقم دے کر فرمایا یہ جالندھر جانے کا خرچ ہے...... مجھے کوئی اور موزوں آدمی نہیں مل سکا اس لئے آپ تشریف لے جائیں میں آپ کی صحت کے لئے دعا کروں گا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے کچھ اس انداز سے جانے کا ارشاد فرمایا کہ میں انکار نہ کرسکا اور اگلے روز علی الصبح گاڑی پر سوار ہونے کے لئے پلیٹ فارم پر پہنچا تو دیکھا کہ آپؓ پلیٹ فارم پر ٹہل رہے ہیں۔ میں نے مصافحہ کیا تو حضرت مولوی صاحبؓ مجھے ایک طرف لے گئے اور فرمایا ''میں ایک جاہل اور بیوقوف آدمی ہوں۔ دراصل اپنے کلرک کے کہنے پر میں نے آپ سے ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ طلب کرلیا تھا ورنہ میری طبیعت ایسا نہیں چاہتی تھی۔ میں بہت شرمسار ہوں اور معافی مانگنے آیا ہوں''۔ ...... غور کیجئے یہ سراپا عجز و انکسار وہ شخص تھا جسے حکومت نے سول جج کا عہدہ پیش کیا تھا۔

☆ حضرت مولوی صاحبؓ کے ایک عزیز مکرم بدر سلطان صاحب کا بیان ہے کہ میں نو دس برس کا بچہ تھا جب پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ پر قادیان آیا اور آپؓ کے ہمراہ جلسہ گاہ پہنچا۔ آپؓ جوتوں کے قریب ہی خالی جگہ پر بیٹھ گئے تو یہ امر مجھے طبعاً ناگوار گزرا اور میں نے فوراً پوچھا کہ چچا جان لوگ تو آگے بڑھ بڑھ کر اپنی جگہ تلاش کرتے ہیں آپ کیوں جوتوں میں بیٹھتے ہیں۔ فرمایا: ''بیٹا! میں نے جوتوں میں رہ کر ہی سب کچھ حاصل کیا ہے!''۔ یہ فقرہ نہ صرف حضرت مولوی صاحبؓ کے انکسار پر مبنی ہے بلکہ ایک لفظی حقیقت بھی ہے۔ کیونکہ کئی بزرگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں حضرت مولوی صاحبؓ مسجد مبارک میں اس جگہ پر بیٹھتے تھے جہاں حضورؑ نے اپنے نعلین اتارنے ہوتے تھے۔ اور جب حضور نماز پڑھنے کے لئے تشریف لاتے تو حضرت مولوی صاحبؓ حضورؑ کے نعلین اپنی چادر کے دامن سے صاف کرتے اور پھر انہیں سیدھا کرکے رکھ دیتے۔

☆ حضرت فتح محمد سیال صاحبؓ لکھتے ہیں کہ جب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد میں آپؓ کے حکم سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ولایت جانے لگا تو حضورؓ بیمار تھے اور آپؓ نے لیٹے لیٹے ہی مجھ سے معانقہ فرمایا اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ چونکہ جماعت کا بااثر طبقہ (جو بعد میں لاہوری جماعت میں شامل ہوگئے) میرے ولایت جانے کے خلاف تھا اس لئے اُن میں سے ایک فرد بھی مجھے الوداع کہنے نہیں آیا۔ صرف ایک پاک وجود حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ہی تھے جو مجھے رخصت کرنے کے لئے اکیلے قادیان سے باہر بٹالہ کی سڑک تک تشریف لائے اور دعا کے بعد واپس چلے گئے۔

ستاری کا پاکیزہ نمونہ

☆ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے بلند اخلاق کے حوالہ سے مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن کا مٹوی صاحب کا بیان کردہ یہ واقعہ کتاب ''نجم الہدیٰ'' سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میری عمر تیرہ چودہ سال تھی اور میں اُس وقت مذہباً ہندو قوم سے تعلق رکھتا تھا، بعض لڑکے مجھے تنگ کررہے تھے کہ میں نے غصہ میں آکر اُنہیں پتھر مارا لیکن اُن کو لگا نہیں۔ پھر میں نے اپنا جوتا اُتار کر زور سے پھینکا تو اچانک حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اُس کی زد میں آگئے اور وہ گوبر سے بھرا ہوا جوتا آپؓ کی پیٹھ پر لگا۔ لیکن آپؓ نے میرے شرمندہ ہونے کے خیال سے مُڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ میں ڈر رہا تھا کہ شاید آپؓ مجھے سکول سے خارج کردیں یا نہ معلوم کیا سخت سزا دیں۔ آپؓ کے ان بلند اخلاق کو دیکھ کر اسلام کی پاکیزہ تعلیم اور محاسن میرے دل میں گھر کر گئے۔

☆ حکیم غلام حسن صاحب کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مولوی صاحبؓ کو تنخواہ کی رقم لاکر دی تو نماز کا وقت قریب تھا۔ آپؓ نے وہ روپے میز پوش کے نیچے رکھ دیئے اور جلدی سے وضو کرکے نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ جب آپؓ واپس آئے تو رقم غائب تھی۔ میں نے چپڑاسی پر شبہ ظاہر کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ''ہم نے آنکھوں سے تو نہیں دیکھا، اب بدظنی کرنا مناسب نہیں''۔ اور ساتھ ہی تاکید کردی کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں۔

مشفقانہ انداز نصیحت

حضرت مولوی صاحب کی پُرشفقت نصیحت کا بھی اپنا ایک منفرد انداز تھا اور آپؓ کی نصیحت سے متاثر ہوئے بغیر کوئی شخص نہیں رہتا تھا۔

☆ حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات کے بعد میں بیعت کئے بغیر لاہور چلا آیا۔ پھر 1920ء میں کسی شادی کی تقریب پر میرا قادیان آنا ہوا تو حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے میری ملاقات ہوئی۔ آپؓ نے از راہ ہمدردی مجھے مخاطب کرکے فرمایا: ''ماسٹر صاحب! بعض لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی خدمات ہوتی ہیں کہ ان میں کوئی کمزوری بھی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف کردیتا ہے۔ لیکن ہمیں بڑی احتیاط کرنی چاہئے کہ ہم سے کوئی کوتاہی سرزد نہ ہو۔ آپ کو بیعت کرلینی چاہئے اور مولوی صاحب کی ریس نہیں کرنی چاہئے''۔ میں سمجھ گیا کہ آپؓ کا پہلا اشارہ مولوی محمد علی صاحب کی طرف ہے اور

دوسرا میری طرف۔ اس نصیحت نے میرے دل کی گہرائیوں میں ایسا پائیدار اثر چھوڑا کہ بالآخر مجھے خدا کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کی توفیق نصیب ہوگئی۔

☆ حضرت مولوی صاحبؓ کی بیٹی مکرمہ خدیجہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ اباجی مجھے صحیح بخاری پڑھایا کرتے تھے اور ساتھ ساتھ عمل کرنے کی تلقین بھی فرماتے۔ اکثر فرماتے کہ اگر کسی سے جھگڑا ہو جائے اور تم خود کو حق پر خیال کرو تو بھی اپنی صفائی کی کوشش نہ کرو بلکہ خداتعالیٰ سے کہو کہ ''اے خدا! مَیں نے اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا ہے، تُو خود ہی اس کا فیصلہ کر''، تو خدا خود ہی تمہاری صفائی کر دے گا۔

مَیں نے اپنی زندگی میں اس نصیحت کو بے حد مفید پایا۔

☆ حضرت مولانا ظہور الدین اکمل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ جان پشاوری ٹیلر ماسٹر نہایت عمدہ سلائی کرتا تھا مگر اس کی عادت تھی کہ کپڑا بہت دیر سے حتیٰ کہ بعض دفعہ چھ چھ ماہ بعد سی کر دیتا کیونکہ جم کر بیٹھنے کا عادی نہ تھا۔ میں نے ایک بار دیکھا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ماہ جون میں اپنا کوٹ تیار کروانے کے لئے گرم کپڑا اُسے دے رہے ہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب! ابھی تو چار پانچ ماہ موسم سرما میں باقی ہیں۔ فرمانے لگے میں اسے وعدہ خلافی کے گناہ سے بچانے کے لئے ایسا کر رہا ہوں۔

☆ مکرم عبدالسلام اختر صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ چند لڑکے گلی ڈنڈا کھیل رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ وہاں سے گزرے تو ایک لڑکے نے اس زور سے ڈنڈے سے گلی کو مارا کہ وہ سنسناتی ہوئی سیدھی آپؓ کو آن لگی۔ مَیں نے غصہ کے عالم میں اس لڑکے کو آواز دی ''ادھر آؤ''۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے میری آواز سن کر فوراً پیچھے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: ''بچوں کو مارنا ٹھیک نہیں، صرف سمجھا دیں کہ گزرگاہوں پر نہ کھیلا کریں''۔

☆ محترم مولوی تاج الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لائبریری میں مَیں مطالعہ میں مصروف تھا اور حضرت مولوی صاحبؓ اپنے تحریری کام میں مشغول تھے کہ آپؓ کو کسی کام سے باہر جانا پڑا۔ آپؓ نے اپنی چھتری مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا دھیان رکھیں۔ مَیں ''بہت اچھا'' کہہ کر پھر مطالعہ میں محو ہوگیا۔ کچھ دیر بعد آپؓ تشریف لائے تو چھتری نہ ملی۔ آپؓ نے مجھ سے پوچھا تو مَیں نے عذر کیا کہ مجھے چھتری کی حفاظت کا خیال نہیں رہا۔ آپؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''دراصل مطالعہ کتب ایسی ہی محویت سے ہونا چاہئے''۔ آپؓ کی چھتری اگلے روز مل گئی لیکن آپؓ کی چشم پوشی اور بردباری کی یاد میرے دل سے فراموش نہ ہوسکی۔

احمدیہ ہاسٹل لاہور کے سپرنٹنڈنٹ

مکرم مسعود احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ احمدیہ ہوسٹل لاہور میں قیام کے دوران حضرت مولوی صاحبؓ دن بھر ترجمہ قرآن کے پروف پڑھنے میں مصروف رہتے لیکن طلبہ کی نگرانی اس طرح فرماتے جس طرح ایک شفیق باپ اپنے بچوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ آپؓ جب بھی کمروں کے آگے گزرتے تو نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے۔ لڑکے سمجھتے کہ آپؓ اپنے دھیان میں جا رہے ہیں لیکن اس استغراق کے عالم میں بھی آپؓ کو ہر لڑکے کے پورے کوائف کا علم ہوتا۔ آپؓ روزانہ نماز مغرب کے بعد مسجد میں بیٹھ جاتے اور لڑکے دینی امور کے متعلق آپؓ سے استفادہ کرتے۔

ایک روز آپؓ نے ایک طالبعلم سے جو F.Sc کا امتحان دے رہے تھے فرمایا: ''بشیر تم نے بہت برا کیا کہ کرفیو کی وجہ سے امتحان کا پرچہ ہی دینے نہ گئے، ممتاز کی طرح تم بھی ایف۔ سی کالج جا کر وہاں کے ممتحن سے اجازت لے کر امتحان دے سکتے تھے''۔ تمام لڑکے حیران تھے کہ آپ کو کس تفصیل سے معلوم ہے کہ کس نے امتحان نہیں دیا اور کس نے کس طرح امتحان دیا ہے۔

ایک روز حضرت مولوی صاحبؓ نے پیر محی الدین صاحب سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ والے کمرہ میں جو دوسرے صاحب رہتے ہیں وہ پڑھائی کی طرف پوری توجہ نہیں دے رہے۔ یہ بات درست تھی کہ دوسرے صاحب کالج کی سماجی مصروفیات میں منہمک تھے۔ جب انہیں اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت نادم ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے دل لگا کر پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ نمازوں کے اوقات کے سوا کمرہ سے باہر ہی نہ نکلتے۔ چند ہی روز بعد آپؓ نے پیر صاحب سے فرمایا کہ خوشی کی بات ہے تمہارے ساتھی اب پڑھائی کی طرف خوب توجہ دے رہے ہیں۔

1947ء کے فسادات میں جب حضرت مولوی صاحبؓ احمدیہ ہوسٹل لاہور میں مقیم تھے تو حملہ کی افواہوں کے پیش نظر ہوسٹل کی حفاظت کیلئے رات کو طلبہ پہرہ دیتے تھے۔ اس پہرہ کے دوران آپؓ کی شب بیداری اور نماز تہجد میں آہ وزاری کے ایسے دلگداز نظارے دیکھنے میں آئے کہ جن کی یاد نہیں مٹ سکتی۔ آپؓ بالعموم نماز عشاء سے فارغ ہو کر ہوسٹل کے صحن میں مسجد کے طور پر استعمال ہونے والے چبوترہ پر ہی اپنا سر بازو پر رکھ کر چٹائی پر سو جاتے۔ رات ایک بجے کے قریب اُٹھتے اور وضو سے فارغ ہو کر گھنٹہ آدھ گھنٹہ ٹہل کر قرآنی دعاؤں اور استغفار کا ورد کرتے پھر چبوترہ پر آ کر نوافل پڑھتے اور اس قدر گڑگڑا کر دعائیں مانگتے کہ دل حیران رہ جاتا کہ اس نحیف و زار جسم میں اتنی توانائی کہاں سے آگئی کہ یہ گھنٹوں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر اپنے آپ کو ہلکان کئے جا رہا ہے اور تھکنے کا نام نہیں لیتا۔ اکثر اتنی دیر نماز تہجد ادا کرتے کہ فجر کی اذان کا وقت ہو جاتا۔ آپؓ کی اس شب بیداری کا طلبہ پر یہ اثر تھا کہ وہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ پہرہ دیتے اور اس دوران اپنا وقت باتوں میں ضائع کرنے کے بجائے دعائیں کرنے میں گزارتے۔

حرف آخر

حضرت مولانا شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ کا بابرکت وجود ایسا تھا جسے ہمیشہ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ تاریخ احمدیت جلد دوم کے بعد کئی جلدوں میں آپؓ کا تذکرہ موجود ہے۔ بے شمار مضامین آپؓ کی سیرت و سوانح پر لکھے جاچکے ہیں۔ آپؓ کا فرمودہ ترجمہ قرآن انگریزی بے شمار اہل زبان سے دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ آپؓ واقعۃً ایک فرشتہ خصلت اور فرشتہ سیرت بزرگ تھے جن کی زندگی کا ہر پہلو احمدیت کی صداقت پر بھی دلیل تھا۔ آپؓ ایک ایسے روشن چراغ تھے جن کی دعاؤں، جن کے کردار اور جن کی پُر حکمت نصائح نے بے شمار چراغ روشن کئے اور اس طرح ایک ثواب جاریہ کے حقدار ٹھہرے۔

مجلس انصاراللہ کی بنیاد کو مضبوط کرنے اور خلافت کے ساتھ اس کا تعلق استوار کرنے کے لئے آپؓ نے غیر معمولی جدّوجہد فرمائی۔ پس آج ہم انصار کا فرض ہے کہ اپنے ان بزرگوں کو نہ صرف دعاؤں میں یاد رکھیں بلکہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خدمت دین کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہیں۔

دعوت الی اللہ اور انصار اللہ کی ذمہ داریاں

(مرتبہ: بشارت الرحمٰن زیروی)

داعی الی اللہ کو، ہر تبلیغ کرنے والے کو، ہر واقف زندگی کو، ہر عہدیدار کو اور کیونکہ دنیا کی نظر ایک جماعت کی حیثیت سے جماعت کے ہر فرد پر ہے۔ اس لئے ہر احمدی کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا نیک نمونہ بننے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ دعوت الی اللہ کے میدان میں بھی ہماری مدد فرمائے اور ہماری زندگیوں میں بھی اس کے فضل کے آثار ظاہر ہوں۔ جب یہ عملی نمونے ہم دکھانے شروع کر دیں گے اور دکھانے کے قابل ہو جائیں گے اور ہر شخص خواہ وہ کسی عمر کا ہو اور کسی پیشے سے تعلق رکھتا ہو، اپنے ماحول میں اس ایک تبدیلی کے ساتھ تبلیغ میں جُت جائے تو تب ہی ہم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والوں میں شمار ہو سکتے ہیں اور احمدیت کے جھنڈے کو جلد از جلد دنیا میں گاڑ سکتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ یہ حکم ملا:

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ (المائدہ:68)

کہ اے رسول جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے اسے دوسروں تک پہنچا۔ اس ارشاد خداوندی میں بڑے واضح طور پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا پیغام ہدایت آگے پہنچانا فرض ہے اور رسالت کا حق ادا کرنا ہے یہی حکم آپ کے متبعین کے لئے ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے دعوت الی اللہ کے فرض کو ادا کریں۔

آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو تن تنہا وادیٔ حرا سے نکل آئے اور قوم کو پیغام رسالت دیا، خدائے واحد یگانہ کی پرستش کی تعلیم دی اور تھوڑے ہی دنوں میں آپ کو جاں نثاروں کا ایک گروہ مل گیا پھر مسلسل دعوت الی اللہ سے مومنوں کی اقلیت اکثریت میں بدل گئی اور یہی قانون فطرت ہے کہ قومی زندگی اور بقا کے لئے ایسی جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے جس سے الٰہی جماعت عددی اکثریت حاصل کرے اور ساتھ ساتھ ان کا اخلاقی اور روحانی معیار بھی بلند ہو۔ قوم میں ایسے شیریں اثمار پیدا ہوں جو اپنی حلاوت اور شیرینی سے باعث کشش ہوں۔

قرآن کریم نے دعوت الی اللہ کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ دعوت الی اللہ کے پس منظر رَبُّنَا اللّٰہُ کہنے اور پھر ہر ابتلاء و آزمائش پر استقامت اختیار کرنے والوں کو تو یہ خوشخبری دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس کی دوستی کا حق پائیں گے۔ اور نوع کے انعامات سے نوازے جائیں گے۔ پھر فرمایا:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حٰمٓ السجدۃ:34)۔ ترجمہ: اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوگی جو کہ اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ اور اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اس آیت کریمہ میں دعوت الی اللہ کو سب سے اچھی بات قرار دیا گیا ہے۔ یعنی وہ شخص جو لوگوں کو راہِ ہدایت دکھاتا ہے۔ ربّ کریم کی اعلیٰ صفات سے خود آگاہی کے بعد اس اعلیٰ درجہ کے حسن کی خبر دیتا ہے اسی کا قول سب سے اچھا ہوگا۔ پھر فرمایا وہ کلام اس وقت زیادہ تاثیرات کا موجب ہوگا جب وہ اپنے ایمان کے مطابق حسن عمل پر کاربند ہوگا۔ اور ایسا عمل بجالانے والا ہوگا گویا کہ وہ کامل فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے۔ اس سے اگلی آیات میں یہ بتادیا گیا کہ اس دعوت الی اللہ کی نیکی کے نتیجے میں خواہ کتنی برائی ہی سامنے کیوں نہ آئے تمہارا کام یہی ہونا چاہئے کہ تم احسن طریق سے پیش آؤ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تمہارے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھنے والے تمہارے دلی دوست بن جائیں گے اور یہ عظیم کام کا اجر ظلم سہنے والوں یعنی صبر کرنے والوں اور خدا کے حضور نیکی سے حصہ پانے والوں کو ہی مل سکتا ہے۔

مومن کی یہی شان ہے کہ وہ دعوت الی اللہ کے ذرائع اختیار کرتا ہے۔ تو رضائے الٰہی کے لئے اور اس ذریعے سے نوشتہ تقدیر پورا ہوتا ہے کہ ایک سے سو، سو سے ہزار اور ہزار سے لاکھوں کروڑوں اور اربوں انسان توحید کے پرچم تلے خدائے واحد کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ایک صالح امن وسلامتی کا معاشرہ قائم ہو جاتا ہے۔

آنحضور ﷺ نے دعوت الی اللہ کی اہمیت میں یہ فرمایا ہے کہ کسی ایک شخص کا ہدایت پا جانا سرخ اونٹوں یا ایک وادی کے عطا کئے جانے سے زیادہ اہم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل میں یہ تڑپ بڑی شدت سے پائی جاتی تھی۔ آپؑ فرماتے ہیں: ''ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فقیروں کی طرح گھر بہ گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچالیں...... اور اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ مارے ہی جائیں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 92-291)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''ہر شخص جو تبلیغ سے گریز کرتا ہے، وہ تبلیغ سے گریز نہیں کرتا بلکہ احمدیت سے گریز کرتا ہے۔ ایسے شخص کی نہ احمدیت کو کوئی ضرورت ہے اور نہ کوئی وجہ ہے کہ وہ احمدیت میں داخل رہے اور یہ کہہ کر کہ وہ احمدی ہے اپنے نفس کو دھوکہ دیتا ہے یا اگر نفس کو دھوکہ نہیں دیتا تو جھوٹا مکار ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ مؤمنوں کی جماعت میں شامل ہو۔'' (الفضل یکم 1940ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ انصار اللہ کی ذمہ داریاں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میری تو دن رات ہی یہ تمنا ہے، دن رات دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے۔ میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ اس لیے اللہ مجھے یاد کرواتا رہے گا اور میں یاد رکھوں گا اور آپ کو بھی یاد کرواتا رہوں گا۔ لیکن اگر آپ نے غفلت کی وجہ سے اس بات کو بھلا دیا تو یاد رکھیں کہ آپ خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ اس لئے نہ خود بھولیں نہ دوسروں کو بھولنے دیں۔ آج جماعت کی سب سے اہم ذمہ داری خدا کا پیغام دوسروں تک پہنچانا ہے۔'' (خطبہ جمعہ 28/اگست 1987)

''میں تمام احباب جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ تمام دنیا کے انسانوں کو خدائے حی و قیوم کی طرف بلائیں مشرق کو بھی بلائیں اور مغرب کو بھی بلائیں۔ کالے کو بھی بلائیں اور گورے کو بھی بلائیں۔ عیسائی کو بھی بلائیں اور ہندو کو

بھی بلائیں۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو بھی بلائیں اور دہریوں کو بھی بلائیں۔ مشرقی بلاک کو بھی بلانا آج آپ کے سپرد ہے۔ اور مغربی بلاک کو بھی بلانا آج کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ یہ آپ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو موت کے بدلہ زندگی بخشنی ہے اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو مرنے والے مرجائیں گے اور اندھیروں میں بھٹکتے رہیں گے۔ اس لئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں! اور اے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو! اور اب اس خیال کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے گئے ہیں۔ تم میں سے ہر ایک داعی ہے۔ اور ہر ایک خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوگا۔ تمہارا کوئی بھی پیشہ ہو کوئی بھی تمہارا کام ہو۔ دنیا کے کسی بھی خطہ میں بس رہے ہو کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو تمہارا اوّلین فرض یہ ہے کہ دنیا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف بلاؤ اور ان کے اندھیروں کو نور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔'' (خطبہ جمعہ 25 فروری 1983ء)

جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیم انصاراللہ وہ طبقہ ہے جو ذہنی، علمی، اخلاقی اور روحانی اعتبار سے بلند معیار رکھتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ من انصاری الی اللّٰہ کے جواب میں نحن انصار اللّٰہ کہنے والے یقیناً مذکورہ خوبیوں کے حامل تھے۔ اور یہ وہی عمر ہے کہ جب ماموریں کو مبعوث کیا جاتا ہے تا وہ اپنے کامل روحانی قویٰ سے قوم کے لئے ہادی اور راہنما بن سکیں۔

پس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں انصاراللہ پر یہ عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی روحانی اولاد کے لئے فکرمند ہوں اور اس سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے انصاراللہ انگلستان کے چھٹے سالانہ اجتماع میں خطاب فرماتے ہوئے انصاراللہ کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے فرمایا:

''......آپ سب میں چنیدہ افراد ہیں۔ آپ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کون ہیں جو خدا تعالیٰ کے دین کے لئے میرے مددگار ہوں گے۔ تو حواریوں نے فوراً جواب دیا ''نحن انصار اللّٰہ'' کہ ہم ہیں وہ جو خدا کے دین کے لئے مددگار ہوں گے۔ اگرچہ ان آیات میں مخصوص طور پر ایسے لوگوں کا ذکر نہیں کیا گیا جن کی عمر چالیس سال سے زائد ہے لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے اسی غرض سے انصاراللہ کی اصطلاح قرآن کریم سے لی تا آپ کو ہمیشہ یاد دہانی ہوتی رہے کہ آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کے لئے ہمیشہ صف اول میں رہنے کا عہد کیا ہے۔ پس آپ کو جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں سب سے فعال تنظیم ہونا چاہئے۔''

''......اصل حقیقت یہی ہے کہ سب سے زیادہ ذمہ داری کا کام انہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور انبیاء کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے کام میں کمی واقع ہونے کی بجائے اضافہ ہوتا جاتا ہے اور وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ ان کی جدوجہد تیز سے تیز تر ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا ہے اور وہ اپنے ربّ کے حضور کے حاضر ہوجاتے ہیں۔ وہ آخر دم تک کام کرتے رہتے ہیں''۔

آپ عمر کے ایسے حصہ سے تعلق رکھتے ہیں جس میں انسان کو سب سے زیادہ نتیجہ خیز اور سب سے زیادہ ذمہ دار ہونا چاہئے۔ آپ اس عمر سے تعلق رکھتے ہیں جن میں سے مذکرین یعنی نصیحت کرنے والے مقرر کئے جاتے ہیں اور وہ خود نصیحت کے محتاج نہیں ہوتے۔ پس آپ ساری جماعت کے نگران ہیں۔ آپ بلا امتیاز عمر، احمدیت کے تمام نوجوانوں، بچوں اور مستورات کے نگران ہیں''۔

انصاراللہ کو ہدایت فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کی اہمیت کو یوں بیان فرمایا: ''یہ وقت ہے کہ مجلس انصاراللہ ...... کے کام کو انقلابی جذبہ سے شروع کیا جائے اور خاص طور پر ایک میدان میں مَیں آپ کی کاوشوں کا نتیجہ ضرور برآمد ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں اور وہ ہے تبلیغ۔ دعوت الی اللہ یعنی لوگوں کو خدا کے نام پر خدا کی طرف بلانا، یہی کام اس وقت سب سے زیادہ ضروری ہے جو ہم نے کرنا ہے۔ میں اس امر کی جتنی بھی تلقین کروں پھر بھی اس کی اہمیت کے متعلق تلقین کرتا رہوں پھر بھی اپنے فرض کو مکمل طور پر ادا کرنے میں قاصر رہوں گا اور نہ ہی آپ کے دل و دماغ میں اس کی حقیقی اہمیت کو نقش کرسکوں گا۔ زمانہ بہت تیز رفتاری سے گزر رہا ہے پہلے ہی یہ ہمیں بہت پیچھے چھوڑ گیا ہے اور دنیا میں تغیرات رونما ہو رہے ہیں اور اس زمانے کوئی شکل دی جارہی ہے اور آپ سے یہ توقع کی گئی ہے کہ آپ نے دنیا کی تقدیر کو بدلنا ہے یہ بہت اہم اور مشکل کام ہے جو آپ کے کندھوں پر ڈالا گیا ہے۔''

ایک عظیم انقلاب کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ کی تقدیر یہ ہے کہ آپ نے ساری دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنا ہے لیکن اس مقصد کے لئے جس تڑپ کا ہونا ضروری ہے وہ بہت سے احمدیوں میں پائی نہیں جاتی۔ بہت سے احمدی تبلیغ کی اہمیت کو محسوس نہیں کررہے۔ بہت سے ایسے احمدی ہیں جنہیں ابھی یہ احساس نہیں کہ وہ اس دنیا میں اس وقت تک باعزت طور پر زندہ نہیں رہ سکتے جب تک وہ دوسری دنیا کو پوری ذمہ داری کے ساتھ تبلیغ نہیں کرتے۔ تبلیغ کا کام بہت فرحت بخش ہے یہ کوئی ایسا کام نہیں جو زندگی کو بدمزہ کردے۔''

انصاراللہ کامیاب دعوت الی اللہ کے لئے کیا طریق کار اختیار کریں۔ حضور انور نے اسی خطاب میں فرمایا:

''نصیحت دو طور پر کرنی چاہئے۔ ایک عمومی نصیحت جو سب کو کی جائے جیسے فوج میں دُور مار والی بمباری بھی بہت ضروری ہوتی ہے لیکن فتح حاصل کرنے کے لئے سپاہیوں کی مدد سے مخصوص علاقہ پر قبضہ کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ یہ ایک نہایت اہم اصول ہے۔ جس پر عمل کر کے میں نے اپنے جماعتی فرائض کی ادائیگی میں ہمیشہ بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ بے شک آپ تمام افرادِ جماعت کو عمومی تلقین کریں کہ تبلیغ کا کام بہت اہم ہے لیکن آپ خصوصی توجہ صرف اتنے ہی لوگوں پر دیں جن کو آپ واقعی داعی الی اللہ بنا سکتے ہیں۔ یہ دونوں کام بیک وقت ہونے چاہئیں۔ ......انسان کے پاس چونکہ وقت محدود ہوتا ہے اس لئے ایک وقت میں چند افراد کو ہی منتخب کر کے ان کی تربیت کرنی چاہئے اور اس کام کا ایک اور اہم پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں کو داعی الی اللہ بنانے کا کام ایسا نہیں کہ آپ کو مستقل طور پر ان لوگوں پر توجہ رکھنی پڑے۔ جب آپ نے چند لوگوں کو داعی الی اللہ بنا دیا اور وہ بذات خود کام کرنے کے قابل ہوگئے تو پھر آپ پر ان کا کوئی بوجھ نہیں ہوگا۔''

''......پس اگر مجلس انصاراللہ یہ عہد کرے اور انجام کار اپنے آپ کو داعی الی اللہ میں تبدیل کرے اور ہر ممبر کو اس بات کا احساس ہو کہ وہ کون ہے اور سوسائٹی میں اس کا کیا مقام ہے اور یہی پیغام وہ اپنی اولادوں اور اہل وعیال کو دے تو انشاء اللہ

چند سال میں ایک انقلابی صورت پیدا ہو جائے گی میں امید کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ آپ تبلیغ کے اس نہایت اہم فریضہ کی طرف پوری توجہ کا مظاہرہ کریں گے۔'' (خطاب حضور انور 7 جولائی 1985ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نیشنل مجلس عاملہ فجی کو دعوت الی اللہ کے بارہ میں ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہر احمدی کا کام ہے کہ وہ دعوت الی اللہ کرے۔ ہر آدمی کو دعوت الی اللہ میں Involve کریں ہر کوئی اپنے ماحول میں دعوت الی اللہ کرے مربیان کو چاہئے کہ دعوت الی اللہ کے لئے صف اوّل اور صف دوم کے انصار میں سے اور خدام سے مستعد لوگوں کا انتخاب کر کے ٹیمیں بنائیں۔ ان کی تربیت کریں۔ ان کو ٹریننگ دیں اور دعوت الی اللہ کے لئے مختلف علاقوں میں بھجیں۔''

''دعوت الی اللہ کے لئے ذاتی رابطہ بہت ضروری ہے۔ اجتماعی پروگرام بھی ہو سکتے ہیں لیکن ذاتی رابطہ بہت مفید ہے۔ مختلف گروپس ہیں اور مذاہب کے لوگ آباد ہیں ان سے رابطہ کریں اور نرمی سے، حکمت سے بات کریں۔ انہیں بتائیں کہ ہم احمدی کیوں ہیں؟ احمدیت کیا ہے؟ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ کیا ہے؟ احمدیت قبول کرنے کے بعد ہم میں کیا تبدیلی آئی ہے؟'' (نیشنل مجلس عاملہ فجی کو ہدایات 3 مئی 2006ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دعوت الی اللہ کے بارہ فرماتے ہیں: ''داعی الی اللہ کو ایک تبلیغ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے آگے بہت جھکنے والا اور اس سے ہر وقت مدد مانگنے والا ہونا چاہئے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے واسطے سے ہی سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لئے دعوت الی اللہ کرنے سے پہلے بھی دعائیں کریں۔ اس دوران میں بھی دعائیں کریں اور ہمیشہ بعد میں بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور ہی جھکتے رہنا چاہئے۔ اور اس سے حکمت و دانائی اور اس کا فضل ہمیشہ طلب کرتے رہنا چاہئے۔ اور جب اس طرح کام شروع کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ بے انتہا برکت پڑے گی۔'' (خطبہ جمعہ 4 جون 2004ء الفضل 30 اگست 2004ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ برطانیہ کے اختتامی خطاب مورخہ 26 جولائی 2009ء کے موقع پر دعوت الی اللہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''دعوت الی اللہ ہماری ذمہ داری ہے۔ ہر ملک، شہر، قصبہ اور گاؤں کے لوگوں کو خاص پلاننگ کر کے اس کام کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ چند افراد کو پیغام دینا ہمیں اس ذمہ داری سے مبرا نہیں کرتا۔ دنیا کی بہت بڑی کثرت کو حق کی طرف بلانے کی ضرورت ہے۔ حق کی پہچان کروانا خدا کا کام ہے مگر اس کے لئے کوشش کرنا اور بے چینی کا اظہار کرنا ہر احمدی کا کام ہے۔......''

''آج اللہ تعالیٰ نے وہ ذرائع ہمیں میسر کر دیے۔ دعوت الی اللہ کے راستے کھل گئے ہیں اور سعید روحیں خدا کی طرف بلائی جا رہی ہیں۔ جیسا کہ کل کے خطاب میں ذکر کیا تھا اور وہ سعید روحیں اس سے متاثر بھی ہو رہی ہیں۔ لیکن اس کام کے ساتھ نمونے بھی چاہئیں۔ دعوت الی اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے اعمال میں پاک تبدیلیاں پیدا کریں اور اپنے دلوں کو آنکھ کے پانی سے صاف کریں۔ پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے آنکھ کے پانی سے اپنی سجدہ گاہوں کو تر کر دیں اور عرش کو ہلا دیں اور دعائیں کریں۔ دعائیں کریں اور بہت دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ کی نصرت کی آواز آنے لگے......''

''ایشیا، یورپ، امریکہ، آسٹریلیا، جزائر اور افریقہ کا بھی فرض ہے کہ ہر شہر ہر گلی ہر قصبہ میں اس پیغام کو پہنچا دیں۔ انگلستان اور پاکستان کے احمدیوں کا اولین فرض یہی ہے کہ اس پیغام کو پہنچا دیں۔ اے عرب کے رہنے والے احمدیو! تمہارا سب سے زیادہ فرض ہے کہ اپنے ہم وطنوں کو یہ پیغام پہنچاؤ وہ وقت قریب ہے کہ ان کی اکثریت جماعت احمدیہ میں داخل ہو گی......''

''دعائیں کریں، دعائیں کریں بہت دعائیں کریں روئیں اور چلائیں کہ اس پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر سکیں۔ اس کام میں کبھی سست نہ ہوں۔ خدا کی تائیدات تمہارے ساتھ ہیں نحن انصار اللہ کا نعرہ جو آپ نے لگایا ہے اس کو کبھی مرنے نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ آپ کے ساتھ ہو اور ہمیں ہماری ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' (روزنامہ الفضل یکم اگست 2009ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ جرمنی کے اختتامی خطاب مؤرخہ 16 اگست 2009ء میں دعوت الی اللہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایک تقریر میں ہمیں ایک موسیقی کی طرف توجہ دلائی تھی جو آج سے پندرہ سو سال پہلے بجائی گئی تھی، جس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا، عرب و عجم کو خدا تعالیٰ کے حضور لا ڈالا تھا۔ وہ موسیقی جو آج سے ایک سو بیس سال پہلے مسیح محمدی نے دوبارہ بجائی ہے، جس نے جھوٹے خداؤں کی قلعی کھول دی ہے، جس نے خدائے واحد و یگانہ کی حکومت کا بگل بجا کے بندے کو خدا ماننے سے بچایا، جس نے تمام دنیا کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا ڈالنے کا اعلان کیا۔ پھر وہی موسیقی جس کی طرف آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو توجہ دلائی تا کہ دنیا آسمانی بادشاہت کے قیام کے نظارے دیکھے۔ آج یہی موسیقی ہے جو ہماری زندگی اور بقا اور دنیا کی زندگی اور بقا کے لئے ضروری ہے۔ پس اس زمانے کے حصن حصین کی پناہ میں آنے والو! آج پھر اس نوبت خانے سے ایک شان کے ساتھ اس موسیقی کی آواز اٹھانے کی ضرورت ہے جو تمام دنیاوی موسیقیوں پر حاوی ہو جائے۔ اور دنیا میں ایک ہی نعرہ سنا جانے لگے جو اللہ اکبر کا نعرہ ہو، اور ایک ہی کلمہ پڑھا جانے لگے جو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا کلمہ ہو۔ پس میں دوبارہ اس بات کی یاد دہانی کرواتا ہوں کہ اس سال کو مشرق و مغرب اور شمال اور جنوب میں بسنے والا ہر احمدی اس نعرہ کو ایک خاص شان اور نئے عزم کے ساتھ لگانے کی ابتدا کا نشان بنا دے۔ جماعت احمدیہ کی نئی صدی کی ابتدا اور پہلا سال دنیا میں انقلاب لانے کا ایک سنگ میل بن جائے۔ یورپ اور ایشیا، افریقہ اور امریکہ اور جزائر میں ایک ہی وقت میں اس نعرے کی آوازیں اور اس موسیقی کی دھنیں سنی جانے لگیں۔ پس اٹھو اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اس کام میں صرف کر دو۔ اللہ تمہیں توفیق دے۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ آمین''۔ (اختتامی خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی 16 اگست 2009)

تبلیغی مساعی مجلس انصاراللہ یوکے

☆ **لنڈن ریجن** کی ایک مجلس نے جون کے پہلے ہفتہ میں اپنے متعلقہ گاؤں میں قرآن سے متعلق نمائش کا انعقاد کیا جس میں 11 مہمان تشریف لائے اور نمائش سے استفادہ کیا اور مزید رابطہ کے لئے پتہ جات نوٹ کروائے۔ مرکز سے نائب صدر مکرم ڈاکٹر اعجاز الرحمٰن صاحب اور مربی سلسلہ مکرم عبدالمومن زاہد صاحب شامل ہوئے۔

☆ **بیت الفتوح ریجن** کی ایک مجلس نے جون کے پہلے ہفتہ میں اپنے متعلقہ گاؤں میں نمائش کا اہتمام کیا جس سے 26 مہمانوں نے استفادہ حاصل کیا جن میں مقامی چرچ کے پادری بھی شامل تھے۔ انہیں ایک آئندہ پروگرام Peace کے لئے اکٹھے کام کرنے کی دعوت دی گئی۔ مرکز سے مکرم صدر مجلس انصاراللہ یوکے اور مربی سلسلہ مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب شامل ہوئے اور پادری کے ساتھ کافی لمبی گفتگو ہوئی۔ بیت الفتوح ریجن کی ایک اور مجلس نے جولائی کے دوسرے ہفتہ میں اپنے متعلقہ گاؤں میں نمائش کا اہتمام کیا جس میں مہمانوں نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔ مہمانوں کو مختلف جماعتی لٹریچر پیش کیا گیا۔ 35 مہمانوں نے مزید رابطہ کے لئے پتہ جات نوٹ کروائے۔

☆ **بیت النور ریجن** کی مجلس Colliers Wood نے قرآن کریم کی نمائش کا پروگرام ایک ہال کرایہ پر حاصل کر کے 22 مئی بروز اتوار منعقد کیا۔ یہ پروگرام 4 گھنٹے جاری رہا جس میں 45 مہمان شامل ہوئے۔ نمائش کے دوران جامعہ احمدیہ کے 6 طلباء نے مہمانوں کو نمائش میں شامل کئے گئے پوسٹرز میں بیان کردہ قرآنی تعلیم سے متعارف کروایا۔ شام 6 بجے مجلس سوال و جواب کا انعقاد ہوا جس میں مربی سلسلہ مکرم نسیم احمد صاحب باجوہ نے سوالوں کو جوابات دئے۔

مجلس Peckham نے (جو کہ زیادہ تر افریقن بھائیوں پر مشتمل ہے) پہلی بار 4 جون بروز اتوار مقامی سطح پر ایک مجلس سوال جواب کا انعقاد کیا جس کا عنوان تھا: ''قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں عالمی امن کا قیام''۔ مکرم امام عطاء المجیب صاحب راشد نے سوالات کے جواب دئے۔ ہال کے اندر ایک نمائش بھی لگائی گئی تھی جس میں مہمانوں نے بہت دلچسپی لی اور لٹریچر بھی حاصل کیا۔ 25 مہمان شامل ہوئے۔ مکرم صدر مجلس انصاراللہ یوکے اور معاون صدر مکرم شیخ طارق محمود صاحب بھی پروگرام میں شامل ہوئے۔

☆ **ایسٹ ریجن** نے بیت الامن Newham میں مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا جس کی صدارت نائب صدر ڈاکٹر اعجاز الرحمان صاحب، نے کی۔ مکرم نسیم احمد صاحب باجوہ اور مکرم عبدالمومن زاہد صاحب مربیان سلسلہ نے سوالوں کے جواب دئے۔ مہمانوں کی تعداد 27 تھی جن میں مقامی چرچ کے ایک پادری بھی شامل تھے۔ اس موقع پر قرآن کریم سے متعلق نمائش کا انتظام بھی کیا گیا۔ ایسٹ ریجن کی ایک اور مجلس نے اپنے گاؤں کی لائبریری میں ایک ہفتہ روزانہ جماعتی لٹریچر اور پوسٹر پر مشتمل ایک ڈسپلے کا اہتمام کیا جس سے لائبریری میں آنے والے لوگوں نے استفادہ کیا اور مختلف لٹریچر حاصل کیا۔ اس پروگرام میں مکرم شاہد احمد، ظفر احمد نے حصہ لیا۔

☆ **مڈل سیکس ریجن** نے Harrow Village میں 15 مئی بروز اتوار ایک مجلس سوال و جواب کا انعقاد کیا جس کا عنوان تھا: اسلام میں انتہا پسندی کی گنجائش۔ اس میں 35 غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی۔ سوالوں کے جواب مکرم مرزا نصیر احمد صاحب مربی سلسلہ نے دئے۔ اس پروگرام میں مکرم صدر مجلس انصاراللہ یوکے بھی شامل ہوئے۔ چونکہ Harrow میں جماعت قائم نہیں ہے اس لئے ریجن نے بہت محنت کر کے اس پروگرام کا انعقاد کیا۔ اس پروگرام کے انچارج مکرم عبدالسلام سوقیا صاحب نے گھر گھر جا کر اس پروگرام کے اشتہارات تقسیم کئے اور سٹال لگا کر بھی تشہیر کی۔

☆ **نارتھ ویسٹ ریجن** کی طرف سے لیور پول میں 15 مئی بروز اتوار ایک مجلس سوال و جواب کا انعقاد ہوا جس کا عنوان تھا: قرآن کریم اور عالمی امن۔ اس میں 22 مہمانوں نے شرکت کی جن میں مقامی پولیس اور چرچ کے نمائندے بھی شامل تھے۔ سوالوں کے جواب مکرم چوہدری اعجاز الرحمان صاحب نائب صدر اول اور مربی سلسلہ مکرم عبدالمومن زاہد صاحب نے دئے۔ ان کی معاونت مکرم حافظ محمد طیب صاحب مربی سلسلہ نے کی۔ لیور پول مجلس صرف 9 انصار پر مشتمل ہے اور یہ ان کا پہلا پروگرام تھا۔

☆ **ساؤتھ ویسٹ ریجن** نے Cardiff میں ایک ریجنل قرآن نمائش اور مجلس سوال و جواب کا اہتمام کیا جس میں 27 مہمان شامل ہوئے۔ صدارت نائب صدر انصاراللہ ڈاکٹر اعجاز الرحمٰن صاحب نے کی جبکہ مکرم ڈاکٹر صاحب اور مکرم عبدالحفیظ بسرا صاحب مربی سلسلہ نے مہمانوں کے سوالات کے جوابات دئے۔

☆ **سکاٹ لینڈ ریجن** نے مسجد بیت الرحمٰن گلاسگو میں ایک غیر رسمی سوال و جواب کی مجلس منعقد کی جس میں سات Malaysian مہمان تشریف لائے اور جماعتی عقائد پر گفتگو کی۔ اس پروگرام کے لئے مکرم عبدالغفار عابد، عمران صفدر، شریف نقی صاحب اور چغتائی صاحب نے معاونت کی۔

اللہ تعالیٰ اس مساعی کو کامیاب فرمائے اور کارکنان کو فضلوں سے نوازے۔ آمین

(رپورٹ مرتبہ: شکیل احمد بٹ)

جوابات پرچہ انصاراللہ نمبر 2 (اپریل تا جون 2011ء)

نمبر 1: اللہ تعالیٰ   نمبر 2: سچا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنے کلام میں سکھایا ہے۔

نمبر 3: قرآن شریف پر شریعت ختم ہوگئی مگر وحی ختم نہیں ہوئی کیونکہ وہ سچے دین کی جان ہے۔   نمبر 4: ۱۔ قرآن کریم ۲۔ سنت رسول ۳۔ احادیث (جو ظنی نہ ہوں بلکہ اگر ساتھ سنت ہو تو وہ اسے یقینی کردے گی)۔

نمبر 5: تمام قسم کی بھلائیاں قرآن کریم میں ہیں۔

نمبر 6: حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے بھی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔

نمبر 7: ایک وہ قانون جو فرشتوں کے متعلق ہے۔ یعنی یہ کہ وہ محض اطاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ دوسرا قانون وہ ہے جو انسانوں کے متعلق ہے یعنی یہ کہ انسانوں کی فطرت میں یہ رکھا گیا ہے وہ گناہ کر سکتے ہیں مگر نیکی میں ترقی بھی کر سکتے ہیں یہ فطرت قانون غیر متبدل ہیں۔

نمبر 8: مقدمہ دائر کرنے والے کا نام مارٹن کلارک تھا اور جج کا نام کپتان ڈگلس تھا۔

نمبر 9: رَبّ العالمین۔ الرحمٰن الرَّحیم۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّين۔

نمبر 10: طاعون   نمبر 11: وَحَمَلَهَا الْإِنسان۔

نمبر 12: مگر واقعہ میں وہ اپنے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دیتے...... اور وہ سمجھتے نہیں۔

نوٹ: انصار بھائیوں نے اس تعلیمی پرچہ کو حل کرنے میں بھی بہت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

نمایاں کارکردگی پیش کرنے والے انصار اور اُن کی مجالس کے اسماء آئندہ شمارہ میں شامل اشاعت کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ

انصار ڈائجسٹ

ناصر پاشا

''سرزمین افغانستان اور شہداء احمدیت کی خونچکاں داستان''

الٰہی جماعتوں پر مخالفین کی طرف سے برپا کی جانے والی صعوبتوں میں جو روحانی انعامات مومنین کے لئے پوشیدہ ہیں، اُن میں شہادت بھی ایک عظیم الشان انعام ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں یہ انعام سب سے پہلے جن خوش نصیبوں کے حصے میں آیا، وہ افغان قوم کے ایسے قابل قدر سپوت تھے جن پر اُن کی قوم کو بھی فخر تھا۔ لیکن معصوم احمدیوں کی خون کی اِس قربانی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے سنگدل دشمنوں پر آنے والے دردناک عتاب کی وہ خبر بھی دیدی جو آج تک پوری ہوتی چلی آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس قوم کو اپنے کئے ہوئے بداعمال پر اب ندامت کے ایسے آنسو بہانے کی توفیق عطا ہوجائے جو درگاہ الٰہی میں مقبول ہوجائیں اور ایک صدی سے عمیق گہرائیوں میں دھنستی چلی جانے والی افغان قوم کی خونی تاریخ کا رُخ موڑ دے۔

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ اگرچہ جماعت احمدیہ کے پہلے شہید تو نہ تھے لیکن آپؓ کو ملنے والے اس روحانی انعام نے جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب صافی پر ضرب لگائی، اُس کا کسی قدر اظہار حضورؑ نے اپنی تصنیف لطیف ''تذکرۃ الشہادتین'' میں نہایت دردناک الفاظ میں فرمایا ہے۔ اسی کتاب میں افغان قوم کے ایک اور مردِ جری حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ کا ذکر خیر بھی موجود ہے جنہیں دنیائے احمدیت کا پہلا شہید ہونے کا فخر حاصل ہوا۔ حضورؑ کی وفات کے بعد بھی افغانستان میں معصوم احمدیوں کی شہادتوں کا سلسلہ وقفے وقفے سے جاری رہا۔ ان شہداء کا ذکر خلفاء کرام بھی اپنے خطبات اور تقاریر میں کرتے رہے جبکہ اس حوالہ سے بہت سی کتب اور مضامین بھی لکھے جاتے رہے، جن میں افغان قوم کے ان شہداء کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کیا جاتا رہا۔

زندہ قوموں کی ایک یہ نشانی بھی ہوا کرتی ہے کہ اس کے قلم کار اپنی قوم کی خاطر کی قربانیاں پیش کرنے والوں کے روشن کردار کو بیان کرنے اور اُن کی پاکیزہ یادوں کو ہمیشہ فزوں تر رکھنے کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ لکھاری کا یہ فرض ہوتا ہے کہ آئندہ نسلوں کے لئے قربانیوں کے واقعات اور اُن قربانیوں کے پس پردہ عوامل نیز ان قربانیوں کے نتائج واثرات کا تذکرہ بھی محفوظ کرتا چلا جائے کیونکہ یہ ایسا ذخیرہ ہوتا ہے جو بلاشبہ کسی بھی قوم کے روشن مستقبل میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ کچھ ایسی ہی ایک کامیاب کوشش مکرم سید حسن محمد خان صاحب نے اردو میں ایک کتاب ''سرزمین افغانستان اور شہداء احمدیت کی خونچکاں داستان'' کے عنوان سے لکھ کر کی ہے۔

مذکورہ کتاب میں نہ صرف افغانستان کے احمدی شہداء کی معلوم شدہ تاریخ کو جمع کرنے کی کامیاب سعی کی گئی ہے بلکہ سرزمین افغانستان کی ابتدائی تاریخ، اس کی سیاست، حکومت، معاشرت اور بعض دیگر اہم تمدنی پہلوؤں کو بھی مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ کتاب میں حضرت سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کے حالات، واقعاتِ شہادت وفضائل نیز شہادت کے بعد آپؓ کے خاندان کی نہایت اعلیٰ درجہ کی قربانیوں کا بھی بیان ہے۔ اسی طرح حضرت سید احمد نور کابلی صاحبؓ (جو مصنف کے نانا بھی ہیں اور جنہوں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر حضرت سید عبد اللطیفؓ شہید مرحوم کی لاش پتھروں کے ڈھیر سے نکالی تھی اور پہلے کابل میں پھر خوست میں تدفین کی تھی) کی زندگی کے واقعات اور اُن سے متعلق روایات کا ایمان افروز تذکرہ بھی محفوظ کیا گیا ہے۔ نیز اس اہم موضوع سے متعلقہ دو نظمیں بھی کتاب کا حصہ ہیں۔

یہ امر قابل تحسین ہے کہ اِس کتاب میں تمام تر ایسے حقائق کا ہی بیان ہے جو کہ مستند ذرائع سے حاصل کئے گئے ہیں۔ تحریر کی زبان سادہ اور سلیس ہے اور کہیں بھی تصنع کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ انداز بیاں شستہ اور رواں ہے۔ یہ کتاب گیٹ اَپ کے لحاظ سے بھی قابل تعریف ہے اور A5 سائز کے 190 صفحات پر مشتمل ایک تاریخی دستاویز کے طور پر محفوظ رکھنے کے قابل ہے۔ بلاشبہ یہ ایک انتہائی ایمان افروز اور دلگداز داستان ہے جو نہ صرف جماعتی لٹریچر میں ایک قابل قدر اضافہ ہے بلکہ اس کو جتنی بار بھی پڑھا جائے اُسی قدر اپنے اُن بزرگوں کے لئے دعا کی تحریک پیدا ہوتی ہے جنہوں نے اپنی جان کی قربانی پیش کرکے اپنے ایمان پر مہر صداقت ثبت کی اور یہ اُن کی ایمانی حرارت کا ہی ثمر ہے کہ قاری کے دل میں بھی راہ حق میں کچھ پیش کرنے کے لئے ایک جوش اور ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اِس کتاب کی تدوین میں جس مأخذ سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے وہ محترم بشیر احمد رفیق خان صاحب کی کتب ''شہیدانِ راہِ وفا'' اور ''درس عبرت'' ہیں۔

آیئے اِس ''خونچکاں داستان'' کے اُن منتخب حصوں کا مطالعہ کرکے اپنے ایمان کی لَو بڑھائیں جن میں اُن بدقسمت بادشاہوں کے بدانجام کا ذکر ہے جن کے دَور میں معصوم احمدیوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے اور بے گناہ خون سرزمین افغانستان پر ناحق بہایا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ 600 ق م میں ایک قبیلے کا سردار ''سوئل'' نامی یوروشلم سے ہجرت کرکے افغانستان میں آباد ہوا۔ اس کے ایک پوتے کا نام 'افغاناح' تھا جس کے نام پر اس ملک کا نام افغانستان رکھا گیا۔

امیر عبدالرحمٰن خان 1844ء میں پیدا ہوا۔ اُس کا بچپن جلاوطنی میں گزرا۔ یہ بھاری ڈیل ڈول، سرخ وسفید رنگت اور لمبے قد کا مالک تھا۔ ظاہری شکل وشباہت مسحور کن تھی اور پہلی ہی دفعہ دیکھنے اور ملنے سے لوگوں پر خوف طاری ہوجاتا تھا۔ انگریز مصنف ہینری ایف مارٹن اپنی کتاب The Absolute Amir میں لکھتا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان نے انگریزوں کی مدد سے حکومت حاصل کی۔ وہ افغانستان کا سب سے زیادہ جابر اور ظالم بادشاہ تھا۔ اُس نے معمولی باتوں پر بھی مظالم کے پہاڑ توڑے اور سخت سزائیں دیں۔ ایک دفعہ اُسے کھانا کھاتے ہوئے نان میں نمک زیادہ محسوس ہوا تو اُس نے نانبائی کو جلتے ہوئے تنور میں پھینک دیا اور خود اس وقت تک اس کا نظارہ کرتا رہا جب تک کہ نانبائی تنور میں جل کر راکھ نہ ہوگیا۔ اسی طرح وہ سینکڑوں افراد کو لوہے کے پنجروں میں بند کرکے شہر کی گزرگاہوں پر لٹکا دیتا اور وہ بدنصیب کئی دن بھوک پیاس اور دھوپ کی تمازت اور سردی گرمی کی اذیتیں برداشت نہ کرکے وہیں مرجاتے اور اُن کی لاشیں کئی کئی دن تک بند پنجروں میں ہی لٹکتی رہتیں۔ وہ اپنے مخالفین کو چالیس پچاس فٹ گہرے تاریک کنوؤں میں ڈال دیتا اور پھر کسی کو بھی معلوم نہ ہوتا کہ کب یہ لوگ مرے اور ان پر کیا گزرتی رہی۔ اُس نے 21 سال حکومت کی۔ انگریزوں کے ساتھ دو بڑی کامیاب جنگیں بھی لڑیں اور ملک نے کافی ترقی بھی کی۔

اپریل 1896ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فارسی زبان میں امیر عبدالرحمٰن کو خط لکھا جس میں اُس کو توجہ دلائی کہ وہ اسلام کی حمایت میں آپؑ کا ساتھ دے۔ مگر اس مغرور اور متکبر انسان نے اپنی طاقت کے گھمنڈ میں آکر اس خط کو ٹھکرادیا اور جواب میں ''اینجا بیا'' یعنی اِدھر تو آئے کے الفاظ استعمال کئے۔ اور پھر حضورؑ کے الہام اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کا مصداق بنا۔

خدائی تقدیر کے تحت 10 ستمبر 1901ء کو عبدالرحمٰن خان پر فالج کا حملہ ہؤا جس سے وہ محض لاشہ کی طرح ہوگیا۔ نہ پہلو بدل سکتا تھا اور نہ بات کر سکتا تھا۔ ہندوستان اور افغانستان کے بڑے بڑے حکماء اور ڈاکٹروں کے علاج کے باوجود وہ عبدالرحمٰن جو ظاہری مردانہ حسن کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا ایک مشت استخوان بن کر رہ گیا۔ بیماری نے اس کے دماغ کو بھی متأثر کر دیا۔ نقرس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہوگیا۔ مرنے سے چند دن قبل اس کے پاؤں مفلوج ہوگئے جن سے شدید بدبو خارج ہوتی تھی۔ بالآخر 3 ر اکتوبر 1901ء کو اُس کی موت ہوگئی۔

امیر عبدالرحمٰن خان کے بعد اس کا بڑا بیٹا ولی عہد امیر حبیب اللہ خان افغانستان پر تخت نشین ہؤا۔ سردار نصراللہ خان اُس کا چھوٹا بیٹا تھا جو ایک کنیز کی اولاد تھا اور بادشاہت کے لالچ میں وہ افغانستان میں ملاؤں کی سرپرستی کرتا رہا تھا۔ لیکن حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیفؓ (جو عبدالرحمٰن کے بچوں کے اتالیق اور عام لوگوں میں بھی مذہبی وجاہت کے سبب ہردلعزیز تھے)، نے جب بادشاہت کے لئے سردار نصراللہ کے بجائے امیر حبیب اللہ خان کے سر پر خلعت پہنائی اور دستار بندی کی تو سردار نصراللہ خان کے دل میں آپؓ سے بدلہ لینے کے لئے آگ سلگنے لگی۔

امیر حبیب اللہ خان کی تاج پوشی کی مذہبی رسومات حضرت صاحبزادہ عبداللطیفؓ نے ادا کیں۔ عام پبلک تاج پوشی چند دن کے بعد کی گئی جس میں امیر نے اپنے چھوٹے بھائی سردار نصراللہ خان کو اپنا نائب السلطنت مقرر کیا۔

مسٹر آرنلڈ فلیچر اپنی کتاب Afghanistan high way of conquest میں لکھتا ہے کہ امیر حبیب اللہ کی سب سے بڑی کمزوری اُس کی جنسی بے راہروی تھی۔ اُس کے اپنی بے شمار بیویوں اور لونڈیوں سے ایک سو سے زیادہ بچے پیدا ہوئے۔

1901ء میں حضرت عبدالرحمٰن صاحبؓ کی دردناک شہادت ہوئی اور 14 جولائی 1903ء کو حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ کو نہایت سفاکی سے شہید کیا گیا۔ امیر حبیب اللہ مطمئن تھا کہ ان بزرگوں کی شہادت سے اُس نے ملاؤں اور نام نہاد علماء کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ لیکن یہ اطمینان جلد ہی ختم ہوگیا جب 1907ء میں وہ ہندوستان کی سیاحت پر آیا اور کچھ عرصہ بعد افغانستان واپس لوٹا تو اُنہی ملاؤں نے اُس پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اسے عیسائی اور مرتد قرار دیا اور اس کی بے راہروی پر اُسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ مشرقی افغانستان میں اُس کو مرتد و کافر قرار دے کر بغاوت برپا کر دی گئی۔ کئی سال وہ باغیوں سے برسرپیکار رہا۔ فروری 1919ء میں جب وہ شکار کے لئے خیمہ میں مقیم تھا تو ایک رات کسی نامعلوم قاتل کی گولی کا نشانہ بن کر ہلاک ہوگیا۔

امیر امان اللہ خان 21 ر فروری 1919ء کو بادشاہ بنا۔ وہ 2 فروری 1891ء کو پیدا ہوا تھا۔ ظاہری علوم کے کے علاوہ اُسے سات زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں پشتو اور فارسی کے علاوہ عربی، ترکی، اردو، فرانسیسی اور انگریزی شامل تھیں۔ یہ بھی مردانہ حسن کا بھی کامل نمونہ تھا۔ تبحر علمی، علم دوستی اور کثرت سے زبانیں جاننے اور بولنے پر قدرت رکھنے کی وجہ سے اپنے عوام اور یورپین سفارتکاروں اور سیاحوں میں اس کی شہرت روز افزوں تھی۔

امیر حبیب اللہ کی ہلاکت پر اگرچہ سردار نصراللہ خان نے امارت پر قبضہ کر لیا تھا لیکن امان اللہ خان نے کابل میں فوج کی مدد سے اپنی امارت کا اعلان کر دیا اور پہلا فرمان نصراللہ خان کی گرفتاری کا جاری کیا۔ اگرچہ اُس نے مذہبی آزادی کا بھی اعلان کیا لیکن 1924ء میں تین احمدیوں کو بادشاہ کے فیصلہ کے مطابق ہی ناحق شہید کر دیا گیا۔ اس پر 1926ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے امیر امان اللہ خان کے لئے ایک خط بطور اتمام حجت بصورتِ کتاب تحریر فرمایا جس کا نام "دعوۃ الامیر" رکھا۔ لیکن احمدیوں کی شہادت کے نتیجہ میں اُسے اپنی حکومت مضبوط نظر آرہی تھی چنانچہ اس کتاب میں بیان کی جانے والی نصائح کا اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

1927ء میں اُس نے یورپ کا دورہ کیا اور واپسی پر اُس نے افغان لڑکیوں کو مزید تعلیم کے لئے مغربی ممالک میں بھجوانے، سرکاری ملازمت کرنے والی عورتوں کو حکماً پردہ اتارنے اور مغربی لباس پہننے کے احکام صادر کئے۔ تعدّد ازواج ممنوع قرار دیا۔ فوجیوں کو یورپین طرز کی معاشرت اختیار کرنے، داڑھیاں اُتروانے اور مغربی طرز کا ہیٹ پہننے کا حکم جاری کیا۔ جمعہ کے روز کی تعطیل کو منسوخ کر کے جمعرات کی چھٹی کا حکم جاری کیا۔ نیز پیری فقیری اور گدی نشینی اور مزاروں پر چڑھاوے چڑھانے کو خلاف قانون قرار دیا۔ اس پر ملاؤں کی طرف سے شدید ردِّعمل ہوا اور اُس کے خلاف کھلم کھلا بغاوت ہوگئی۔ 24 نومبر 1928ء کو کئی قبائل بھی بغاوت میں شامل ہوگئے۔ اور بادشاہ بنانے کے لئے اُن کی نظر ایک بدنام زمانہ ڈاکو "بچہ سقہ" پر پڑی جس کے بارہ کہا جاتا ہے کہ وہ افغان فوج کا ایک معمولی سپاہی تھا اور ایک ماشکی کا بیٹا تھا۔ وہ کام سے چھٹی پر اپنے گاؤں جارہا تھا تو اس کی مڈھ بھیڑ ڈاکوؤں سے ہوگئی اور ان کے ساتھ لڑائی میں اس کے ہاتھ سے ایک ڈاکو مارا گیا۔ جس سے وہ ڈاکوؤں کا سردار بن گیا اور اس کے زیر سایہ ڈاکوؤں نے ملک بھر میں چوریاں اور ڈاکے مارنے شروع کر دیئے۔ بادشاہ نے جب بچہ سقہ کی حمایت میں نعرے لگتے دیکھے تو اس کے اوسان خطا ہوگئے۔ چنانچہ اُس نے اپنے مشیروں اور ملانوں کے مشورہ سے اپنے چھوٹے بھائی عنایت اللہ خان کو تخت پر بٹھا دیا تا کہ پھر مناسب وقت پر اپنی کھوئی ہوئی بادشاہت حاصل کر سکے۔ دراصل یہ ملانوں کی ایک چال تھی اور وہ بھی درپردہ بچہ سقہ کو ہی تخت پر بٹھانا چاہتے تھے۔ چنانچہ امیر امان اللہ نے 14 رجنوری 1929ء کو اپنے بھائی کے حق میں تخت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ لیکن جب اُسے بچہ سقہ اور ملاؤں کی ملی بھگت کا علم ہؤا تو اسی گھبراہٹ میں اپنی نئی اصلاحات کو واپس لینے کا اعلان کر دیا۔ مگر پانی سر سے گزر چکا تھا چنانچہ رات کی تاریکی میں فرار ہو کر پہلے قندھار میں پناہ لی اور پھر براستہ چمن، کوئٹہ اور پھر بمبئی سے اٹلی پہنچا۔ شاہی خاندان کے قریباً ایک سو افراد اُس کے ہمراہ تھے جن کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ کھانے اور پہننے کے لئے بھی اشیاء دستیاب نہ تھیں۔ اُس کی موت لمبے عرصہ کی جلاوطنی کے بعد 3 راپریل 1960ء کو ہوئی۔

سردار نصراللہ خان جو امیر عبدالرحمٰن خان کی کنیز کے بطن سے 1874ء میں پیدا ہوا تھا، وہ اعلیٰ درجہ کا سفارتکار کے علاوہ باریش اور عالم دین بھی تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کی شہادت میں اُس کا کردار انتہائی ظالمانہ تھا۔ آپؓ کی شہادت کے اگلے روز جب آپؓ کی پیشگوئی کے مطابق کابل اور نواح میں ہیضہ پھیلا اور سینکڑوں لوگ ہلاک ہوئے تو اُن میں نصراللہ خان کی بیوی اور جواں سال بیٹا بھی شامل تھے۔ لیکن ان صدمات سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے اُس کے غلیظ دل میں شہید مرحومؓ کے خاندان کے خلاف غیض وغضب اور زیادہ بھڑک اٹھا اور اُس نے شہید مرحوم کے خاندان کو جیل میں بند کر کے بعد میں ترکستان کی طرف جلاوطن کر دیا اور صاحبزادہ شہید کی لاش مبارک کو قبر سے نکلوا کر غائب کروا دیا۔ امیر امان اللہ نے اپنے باپ کے قتل کے جرم میں سردار نصراللہ خان کو گرفتار کر کے اُس کی جائیداد چھین لی اور بھاری زنجیروں کے ساتھ قید تنہائی میں ڈال دیا۔ لمبے عرصہ کی پُرتعفن قید کے بعد اُس کو دم گھونٹ کر مار دیا گیا اور لاش غائب کر دی گئی۔ اس طرح سردار نصراللہ بھی اِنِّی مُهِینٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ کا مصداق ٹھہرا۔

17 رجنوری 1929ء کو بچہ سقہ نے امیر عنایت اللہ خان کو قتل کر کے افغانستان کی باگ ڈور سنبھال لی اور امیر عبدالرحمٰن اور اُس کی نسل کی 52 سالہ بادشاہت کا دَور اپنے انجام کو پہنچا۔ بچہ سقہ کا زمانہ حکومت زیادہ تر لوٹ مار یا بدامنی پر ہی مبنی رہا جو 1931ء میں اپنے انجام کو پہنچا۔

نوٹ: اگر آپ بھی اپنی کسی پسندیدہ کتاب پر ہماری رائے سے مستفید ہونا چاہتے ہیں تو اس فون نمبر پر رابطہ فرمائیں:

079 47 408 144